کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب یہ واقعات صحیح ہیں؟

مولانا ذاکر عباس مدنی

مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن

PRINT ART DELHI Ph. & Fax : 23634222

کیا
نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب
یہ واقعات صحیح ہیں؟

تالیف

مولانا ذاکر عباس مدنی

مکتبہ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

نام کتاب: کیانبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب یہ واقعات صحیح ہیں؟
جمع وترتیب: ذاکر عباس مدنی
سن اشاعت: ستمبر 2006ء
تعداد اشاعت: ایک ہزار ایک سو
طابع وناشر: مکتبہ الفہیم مئوناتھ بھنجن
صفحات: 80
قیمت: =/32 روپے

باھتمام
شفیق الرحمن ،عزیز الرحمن

ملنے کے پتے
صفا شریعت کالج، ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر، یوپی ۔ مولانا اکبر علی اثری، بھروچ، گجرات۔

مکتبہ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی
Maktaba Al- Faheem
1st Floor Raihan Market Dhobia Imli Road
Sadar Chowk Mau Nath Bhanjan(U.P)
Ph 0547- 2222013. Mob 9336010224(R) 2520197

فہرست مضامین

بسم الله الرحمٰن الرحيم

حرف آغاز

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين و خاتم النبين محمد و آله و اصحابه اجمعين اما بعد!

ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ پیغمبر عربی ﷺ کی سیرت طیبہ پر خامہ فرسائی کرے اور آپ کی حیات مبارکہ کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرے یہ حقیقت ہے کہ جتنا مسلمانوں نے اپنے نبی ﷺ کی سیرت مقدسہ کا اہتمام کیا اتنا کسی بھی قوم نے اپنے پیغمبر کی حیات کا اہتمام نہیں کیا۔ چنانچہ علمائے اسلام رحمہم اللہ اجمعین نے نہایت جگر سوزی اور جگر کاوی کے ذریعہ اپنے نبی ﷺ کی پوری حیات کو مدون و مرتب کیا لیکن چونکہ اس باب میں صحت کا التزام نہیں کیا گیا تھا اس لئے بہت سارے موضوع اور من گھڑت واقعات مسلمانوں کے مابین رواج پا گئے اور حبِّ نبی ﷺ کے نام پر ان قصوں اور کہانیوں کو کافی فروغ ملا۔ بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ نبی اکرم ﷺ کی مدح سرائی میں انہی واہی تباہی روایتوں اور قصوں کا سہارا لیتا ہے اور یہی موضوع روایتیں رونق منبر و محراب بنی ہوئی ہیں جنہیں لوگ سن کر میلاد کی محفلوں میں جھومتے ہیں اور مختلف طرح کی بدعتوں کے مرتکب ہوتے ہیں نوبت بایں جا رسید کہ آج وہی بدعتیں اصل دین کا روپ دھار چکی ہیں اور ان کی جڑیں اتنی مضبوط اور مستحکم ہو چکی ہیں کہ انکا مٹانا کوئی آسان کام نہیں۔ وما ذلك على الله بعزيز

دوسری طرف عالمی منظر نامہ پر نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت واہو جاتی ہے کہ آج دنیا اقتصادی، معاشی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی غرض یہ کہ تمام میدانوں میں ایک نہایت ہی صاف وشفاف اور پاکیزہ سیرت کی متلاشی ہے تاکہ اس کو اپنا کر اپنی زندگی کو کامیاب وکامران بنا سکے۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے اپنے نبی اکرم ﷺ کی صاف ستھری سیرت کو پیش کریں، زیر نظر کتاب دراصل اسی خاص مقصد کے پیش نظر مرتب کی گئی ہے تاکہ اس کے ذریعہ یہ پیغام دیا جائے کہ ایسے بہت سارے واقعات جو نبی کریم ﷺ کی منقبت میں بیان کئے جاتے ہیں وہ بے سروپا ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ لوگوں کے اندر تحقیق وتفتیش اور تلاش حق کا داعیہ پیدا ہو۔

ہم مکتبہ الفہیم مئو کو ہدیۂ تبریک وتحسین پیش کرتے ہیں کہ اس نے ایک مختصر عرصے میں اسلامی، اصلاحی اور علمی کتابوں کی معیاری اشاعت کی گراں قدر خدمت انجام دی ہے، جو دعوت وتبلیغ کا اعلیٰ شاہکار ہے، اس کتاب کی اشاعت بھی اہل مکتبہ کی دینی وعلمی سرگرمیوں کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ ان کو مزید توفیق خیر عطا فرمائے، اور ہماری اس حقیر کوشش کو قبول فرما کر سب کے لئے مفید بنائے، آمین۔

ذاکر عباس مدنی
كلية الصفا للشريعة و اللغة العربية
ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر، یوپی۔
۲۰۰۶/۸/۵ء

عرب کی فضیلت

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کو پیدا کیا اور ان میں سے سب سے بلند آسمان کا انتخاب کیا اور باقی آسمانوں پر اپنی مخلوقات کو بسایا اور ساتوں زمینوں کو پیدا کیا اور اپنی مخلوقات میں جسے چاہا بسایا۔ پھر مخلوق کا وجود بخشا اور مخلوقات میں سے حضرت آدم علیہ السلام کو چن لیا اور بنی آدم میں سے عرب کو اور عرب میں سے مضر کو اور مضر میں سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کا انتخاب کیا اور میں منتخب لوگوں میں سے ہوں تو جو شخص عرب سے محبت کرے گا میں اس سے محبت کروں گا اور جو ان سے نفرت کرے گا میں بھی ان سے نفرت کروں گا۔

سند پر کلام:

اس روایت کو امام عقیلی نے "الضعفاء" ص ۴۵۸ میں اور ابونعیم نے "**دلائل النبوة**" ص ۱۲ میں اور امام حاکم نے "**مستدرک**" ۸۷/۸۶/۴ میں اور ابن قدامہ المقدسی نے "**العلو**" ۱۶۵، ۱۶۶ میں اور عراقی نے "**محجة القرب الى محبة العرب**" ۲۰۱/۲ کے اندر محمد بن ذکوان عن عمرو بن دینار عن ابن عمر کے طریق سے روایت کیا ہے۔ یہ ضعیف ہے۔

اس کی علت محمد بن ذکوان ہے جس کے بارے میں امام نسائی نے کہا ثقہ نہیں ہے۔ اور امام دارقطنی اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اس کی تضعیف کی ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے اس کو علل ۲/۳۶۷، ۳۶۸ کے اندر اسی سند سے نقل کیا ہے جو کہ ضعیف ہے۔

(سلسلة الأحاديث الضعيفة، ۳۴۵/۱)

قریش کی فضیلت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے قریش نور تھے وہ نور خدائی تسبیح کرتا تھا اور فرشتے تسبیح میں موافقت کرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کو ان

کے صلب میں ودیعت فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے آدم کے صلب سے زمین پر اتارا اس کے بعد صلب نوحؑ میں رکھا اور اس کے بعد صلب ابراہیمؑ میں اسی طرح اللہ تعالیٰ مجھے پاکیزہ اصلاب اور مطہر ارحام میں منتقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے اپنے والدین کے ذریعہ پیدا فرمایا۔ میرے اجدادی سلسلے میں کوئی ایک مرد و عورت بھی رشتہ مناکحت کے بغیر قریب نہیں ہوئے۔

سند پر کلام:

امام سیوطی نے اس کو مسند ابن ابی عمر العدنی کی طرف منسوب کیا ہے اور شہاب خفاجی نے امام سیوطی سے نقل کرتے ہوئے نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ۲۳۵/۱ میں نقل کیا ہے اور زرقانی نے شرح المواھب اللدنیہ ۴۹/۱ کے اندر وارد کیا ہے۔ اس کے اندر ایک راوی عثمان بن ضحاک ہیں جو ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں، وہ ضعیف ہیں ان کے بارے میں حافظ ابوالحجاج المزیؒ نے تہذیب الکمال ۹۱۰/۲ میں ابوعبید الآجری سے نقل کیا کہ میں نے ابوداؤد سے ضحاک بن عثمان کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ بذات خود ثقہ نہیں اور ان کا بیٹا عثمان بن ضحاک ضعیف ہے اور ابن ابی عمر العدنی اگرچہ یہ صدوق و صالح اور مسلم کے مشائخ میں سے ہیں لیکن امام ابو حاتم ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کے اندر میں نے غفلت پائی اور ان کے پاس موضوع حدیث بھی پائی جس کو انھوں نے ابوسفیان سے نقل کر رکھی تھی۔ اس کو امام ذہبی نے العدنی کے ترجمہ میں تذکرۃ الحفاظ ۵۰۱/۲ میں ابوحاتم سے نقل کیا ہے۔ لیکن حدیث "ولدت من نکاح لا من سفاح" حسن ہے

آپ ﷺ کے آباء واجداد کی تکریم

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حضرت جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور کہا اے محمد ﷺ اللہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے آگ کو اس صلب پر

حرام ٹھہرا دیا جس نے تجھ کو اتارا ہے اور اسی طرح تجھے اٹھانے والے پیٹ کو اور تیری کفالت کرنے والی گود کو حرام کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل اس کی وضاحت کیجئے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا صلب سے مراد عبداللہ اور بطن آمنہ بنت وھب ہیں اور گود عبدالمطلب اور فاطمہ بنت اسد ہیں۔

سند پر کلام:

یہ حدیث موضوع ہے، خراسان کے بعض حفاظ نے ذکر کیا کہ ابوالحسین یحییٰ بن الحسین العلوی غالی رافضی تھا۔ جیلان میں خلافت کا یہ دعویدار تھا۔ مسلمانوں کا اس باب میں اختلاف نہیں ہے کہ عبدالمطلب کفر کی ہی حالت میں مرے اور رسول اللہ ﷺ کی اس وقت عمر آٹھ سال کی تھی اور عبداللہ کا انتقال اس وقت ہوا جب آپ حالت حمل میں تھے اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ وہ کافر تھے۔ اور آمنہ کا انتقال جب ہوا تو رسول اللہ چھ سال کے تھے اور فاطمہ بنت اسد اسلام لائیں اور بیعت کیا۔ (کتاب الموضوعات ۸۳/۱)

عبدالمطلب کی شادی

حضرت عبداللہ ابن عباس سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالمطلب نے بیان کیا کہ موسم سرما میں ہم یمن کے سفر پر گئے تو میں ایک یہودی عالم سے ملا تو اس نے مجھ سے پوچھا تمہارا تعلق کس خاندان سے ہے؟ میں نے کہا بنو ہاشم سے ہوں۔ پھر اس نے کہا تم اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارے جسم کے کچھ حصوں کو دیکھوں؟ میں نے کہا ستر عورت کے مقامات کے علاوہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔ اس مشروط اجازت کے بعد اس نے میری ناک اور پھر دوسرا نتھنا کھول کر دیکھا اور پھر کہنے لگا میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں نبوت اور دوسرے میں ملک ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

ہم اس کو بنی زھرہ میں پاتے ہیں تو یہ کیسے ہوگا؟ میں نے کہا میں نہیں سمجھتا۔ اس

یہودی عالم نے پوچھا تمہاری کوئی شاعر ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ تمہاری شاعر سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا زوجہ (بیوی)۔ میں نے جواب میں کہا فی الحال میرے پاس کوئی بیوی نہیں۔اس نے کہا جب تم اپنے وطن واپس پہونچو تو قبیلہ بنوزھرہ میں شادی کرنا۔

اس کے بعد جب عبدالمطلب مکہ واپس آئے تو جناب ہاشم نے نکاح قیلہ نامی خاتون سے کردیا۔قیلہ نامی خاتون کے بطن سے حارث پیدا ہوئے۔حارث ہی آپ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔قیلہ کے بعد آپ کا نکاح ھند بنت عمرو سے ہوا اور اس سے دوسرا فرزند اور صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔جب عبدالمطلب کا تیسرا نکاح فاطمہ نامی خاتون سے ہوا جن کے بطن سے عبداللہ والد ماجد رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔اور جب وہ جوان ہوئے تو آپ کا نکاح وہب بن عبدمناف کی صاحبزادی سے کیا گیا۔(الخصائص ۱/۱۵۳)

سند پر کلام:

اس میں دو راوی ایک عبداللہ بن جعفر النمر ی ہے۔ابن حبان نے کہا کہ وہ کثیر الوہم ہے۔یہاں تک کہ وہ ثقات سے ایسی روایتیں بیان کرتا ہے جو اثبات کے حدیث کے مشابہ نہیں ہوتیں۔جس کی بنیاد پر وہ متروک ہے۔اور امام یحیٰ بن معین نے ''لیس بہ باس صدوق و لیس بثبت'' اس میں کوئی حرج نہیں وہ صدوق ہے لیکن ثقہ نہیں ہے۔

(الضعفاء و المتروکین لا بن الجوزی ۲/۱۱۸)

دوسرا راوی یعقوب بن محمد بن عیسیٰ بن عبدالملک الزہری المدنی ہے جو بہت زیادہ وہم کا شکار ہے اور ضعفاء سے روایت کرتا ہے تقریب التہذیب ۲/۳۷۷ ابن معین نے کہا کہ جو ثقات سے بیان کریں اس کو لکھ لو۔المیزان ۴/۴۵۴، امام احمد بن حنبل نے ''لیس بشیٍٔ'' کچھ نہیں کہا ہے۔(کتاب الضعفاء الکبیر ۴/۴۴۵)

حضرت آمنہ کے ایام حمل کی نشانیاں

ابن سعد نے کہا کہ مجھے واقدی نے خبر دی اور انھوں نے کہا مجھے علی بن یزید بن عبداللہ بن وہب بن زمعہ نے، انھوں نے اپنے والد اور انھوں نے اپنی چچی سے حدیث بیان کی کہ ہم نے سنا ہے کہ سیدہ آمنہ جب تولید رسول اللہ ﷺ کے لئے حاملہ ہوئیں تو فرماتی تھیں کہ مجھے محسوس تک نہیں ہوا کہ حاملہ ہوگئی ہوں اور نہ گرانی پیدا ہوئی۔جیسا کہ عام طور پر ایام حمل میں عورتیں خود کو بوجھل محسوس کرتی ہیں۔بجز اس علامت کے کہ میرا حیض منقطع ہوگیا اور یہ علامت بھی میرے لئے کوئی خاص وجہ حمل نہ رکھتی تھی کیونکہ اس کے بغیر میرے اکثر دن چڑھ جایا کرتے تھے اور پھر حیض جاری ہو جایا کرتا تھا۔ایک روز میری نیم خواب و بیداری میں ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: اے آمنہ تمہیں معلوم ہے کہ تم حاملہ ہو، میں نے جواب دیا میں تو نہیں جانتی۔پھر اس نے کہا تم ایک بڑی امت کے سردار اور اس کے نبی کے لئے حاملہ ہوئی ہو۔

یہ دن دوشنبہ یعنی پیر تھا، پھر دن گزرتے گئے یہاں تک کہ زمانہ ولادت قریب آگیا پھر وہی شخص میرے خواب میں آیا اور کہا تم یہ پڑھا کرو ''أعیذ بالواحد من شر کل حاسد یعنی اللہ واحد سے ہر حسد کرنے والے کی شرارت سے پناہ مانگتی ہوں۔میں اس کلمہ کو برابر پڑھتی رہی اور اس کا کچھ عورتوں سے میں نے ذکر کیا تو انھوں نے مجھے مشورہ دیا کہ تم اپنے بازو اور گلے میں لوہا لٹکا لو۔میں نے ایسا بھی کیا مگر وہ ہمیشہ کٹ جاتا تھا۔میں اسے باندھتی اور جلد ہی کٹا پاتی۔بالآخر میں نے اس کو لٹکانا اور باندھنا ترک کردیا۔

ابونعیم اصفہانی بریدہؓ و ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے خواب دیکھا کہ ان سے کہا گیا کہ تم خیر البریہ اور سید المرسلین سے حاملہ ہو۔لہٰذا جب ان کی تمہارے بطن سے ولادت ہو تو ان کا نام احمد اور محمد (ﷺ) رکھنا اور اس تختی کو گلے میں لٹکا دینا۔پھر جب میں بیدار ہوئی تو میرے سرہانے ایک تختی رکھی ہوئی تھی جس پر لکھا تھا۔''اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد و کل خلق رائد من قائم و قائد (الخ)

سند پر کلام

اس روایت کوابونعیم اصفہانی نے دلائل النبوۃ میں اور سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں بیان کیا ہے لیکن اس کی سند میں ایک روای نضر بن سلمہ اور دوسرا راوی محمد بن موسیٰ الانصاری ہے۔دونوں کذاب ہیں۔ پہلا راوی نضر بن سلمہ اس کے بارے میں امام دار قطنی نے فرمایا نضر ثقات سے موضوع روایت بیان کرنے میں مشہور ہے۔ حاشیہ کتاب المجروحین لابن حبان ص: ۲۱۴ اور دوسرا راوی محمد بن موسیٰ بن مسکین الانصاری ہے علامہ ذہبی نے المیزان ۳۹۸ میں امام بخاری کا قول نقل کیا ہے کہ اس کی بہت منکر روایتیں ہیں اور امام حاکم نے اس کو ضعیف گردانا ہے۔

(القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد خیر الرسل ص ۲۸۲)

ولادت نبوی ﷺ

عمرو بن قتیبہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا جس نے اپنے والد سے سنا ہے اور وہ علوم کے مخزن تھے کہ حضرت آمنہ کے یہاں ولادت کا وقت قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آسمانوں اور جنتوں کے تمام دروازے کھول دو اور فرشتوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ فرشتے باہم مژدے سناتے اترے اور دنیا کے پہاڑوں کا ارتفاع بڑھ گیا۔ سمندر کی سطح گہری اور دریا کی روانی تیز تر ہوگئی۔ شیطان ملعون کو ستر طوقوں میں جکڑ کر بحرعمیق میں الٹا کر کے لٹکا دیا گیا اور اس کی ذریت و نیز سرکش جنوں کو پابہ زنجیر کر کے بند کر دیا گیا۔ آفتاب عالم تاب کو نورعظیم کا لباس پہنایا گیا اور ستر ہزار حوریں خلاء میں اس کے سر پر ایستادہ کی گئیں جو کہ ولادت رسول ﷺ کا انتظار کر رہی تھیں اور اس سال سارے جہاں کی عورتوں کے لئے بحرمتِ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اولاد نرینہ سے حاملہ ہوں اور کوئی درخت ایسا نہ تھا جس میں پھل نہ آیا ہو۔ کسی قسم کا خوف نہ تھا اور دور دراز علاقوں اور راہوں میں عافیت تھی اور جب

حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو سعادت کی بارشیں ہونے لگیں، ظلمت وتاریکیاں چھٹ گئیں اور سارا جہاں نزہت ونور سے معمور ہوگیا اور لوگ آپس میں مبارکبادیاں دینے لگے۔ ہر آسمان پر ایک ستون زبرجد کا قائم کیا گیا اور ولادت باسعادت کی بدولت نورافشاں کر دیا گیا۔ آسمانوں میں یہ ستون مشہور و معروف ہیں اور معراج کے سفر آسمانی میں رسول ﷺ نے انھیں دیکھا اور فرمایا کہ یہ ستون میری ولادت کی خوشی میں قائم کئے گئے اور جس رات میں سید الانبیا ﷺ کی ولادت ہوئی اللہ تعالیٰ نے حوض کوثر کے کناروں پر مشک اذخر سے معطر ستر ہزار درخت اگائے اور ان کے پھلوں کی خوشبو کو اہل جنت کے لئے بخور بنایا اس روز تمام آسمان والے اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعا مانگتے تھے اور تمام بت اوندھے گر پڑے لیکن لات وعزیٰ کا یہ حال تھا کہ وہ دونوں اپنے اپنے مقامات سے بحکم رب اٹھ کر نکل آئے تھے اور کہتے تھے قریش کا بھلا ہو ان کے یہاں امین آگئے، ان میں صدیق تشریف لے آئے اور قریش نہیں جانتے کہ انہیں کیا مصیبت پہنچی ہے۔ خانہ کعبہ کا یہ حال تھا کہ بہت دنوں تک لوگوں نے اس سے یہ آواز سنی۔ اب اللہ تعالیٰ میرے نور کو لوٹا دے گا اور جوق درجوق توحید پرست میری زیارت کو آئیں گے اب اللہ تعالیٰ مجھ کو جاہلیت سے پاک کر دے گا۔ اے عزیٰ تو ہلاک ہوگیا اور تین شب و روز بیت اللہ کا زلزلہ نہ رکا۔

سند پر کلام:

اس روایت کوابونعیم اصفہانی نے دلائل النبوۃ ۱/۲۲۱ میں اور ابن کثیرؒ نے البدایۃ والنہایۃ ۲۹۸/۶-۲۹۹ میں اور قسطلانی نے المواھب اللدنیہ ص۱۰ اور سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ ۱/۱۸/۱۲۱ میں ذکر کیا ہے۔ علامہ قسطلانی نے نقل کرنے کے بعد یہ فرمایا ہے کہ اس کے اندر بہت شدید ضعف پایا جاتا ہے۔ علامہ رشید رضا اپنے فتاویٰ کے دوسرے جزء ۴۴/۲ میں فرماتے ہیں کہ یہ منکر ہے۔ ولادت نبوی ﷺ کے سلسلے میں واقعات کو گھڑنے والوں نے اس کو ابونعیم کی روایت سے اخذ کیا ہے، حالانکہ وہ بہت ہی منکر ہے۔ سیوطی اور دیگر لوگوں نے اس کو نقل کر کے ضعیف گردانا ہے۔

اگر محمد ﷺ کا وجود نہ ہوتا

حضرت عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب حضرت آدمؑ غلطی کے مرتکب ہوئے تو انھوں نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میں تجھ سے محمد ﷺ کے طفیل سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدمؑ تو نے محمد ﷺ کو کیسے معلوم کیا جبکہ میں نے ان کو پیدا ہی نہیں کیا۔ انھوں نے کہا اے میرے پروردگار جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے بنایا اور مجھ میں روح پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا اور عرش کے پایوں پر میں دیکھا لکھا ہوا تھا" **لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** " میں نے سمجھا کہ تو اپنے نام کے ساتھ جس نام کو ملایا ہے وہ تجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں، ان کے طفیل دُعا کیا، بلاشبہ میں نے تجھے معاف کر دیا اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

سند پر کلام

اس روایت کو امام حاکمؒ نے **مستدرک ۶۱۵/۳** میں اور آجریؒ نے **کتاب الشریعة ص ۴۲۷** میں اور امام بیہقیؒ نے **دلائل النبوة ۳۱۰/۲** کے اندر ذکر کیا ہے۔ لیکن حاکمؒ اور آجریؒ کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے جو بے حد ضعیف ہے علامہ ذھبی امام دارمی کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معینؒ نے اسے ضعیف کہا ابن خزیمہ کا قول ہے کہ ان میں سے نہیں ہے جس کی حدیث اہل علم حجت جانتے ہیں اور اس کا حافظہ خراب ہے۔ ساجی نے اسے منکر الحدیث کہا ہے علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر نے اس کی تضعیف پر اتفاق کیا ہے۔ طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث علمائے حدیث کے نزدیک انتہائی ضعیف ہوتی ہے۔

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے تفصیلی ترجمہ کے لئے ملاحظہ ہو۔

تاریخ الکبیر للبخاری ۲۸۴/۳، تاریخ الصغیر للبخاری ۲۲۷/۲، المجروحین لابن حبان ۵۷/۲، الکامل فی الضعفاء لابن عدی ترجمہ ۱۵۸۱، میزان الاعتدال للذھبی ۵۶۴/۲، تھذیب التھذیب ۱۷۸/۶، ۱۷۹، تقریب التھذیب ۴۸۰/۱ المغنی فی الضعفاء للذھبی ۳۸۵/۱ اور اس کے اندر

دوسرا راوی عبداللہ بن اسلم فھری ہے جس کی اکثر و بیشتر محدثین نے تضعیف کی ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ وہ حدیث گھڑنے سے متہم ہے۔ وہ لیثؒ، مالکؒ اور ابن لہیعہ پر احادیث وضع کرتا ہے۔ اسی طرح ذھبیؒ نے کہا کہ اس میں مجہول راوی ہیں الغرض یہ روایت نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے۔

وسیلۂ آدمؑ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت آدمؑ سے جب خطا سرزد ہوئی تو انھوں نے کہا" اے میرے رب میں حضرت محمد ﷺ کے حق سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے آدمؑ! تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچان لیا۔ ابھی تو میں نے ان کو پیدا ہی نہیں کیا ہے، آدمؑ نے کہا اے رب تو نے جب مجھے پیدا کیا اور میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، جس سے میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ صرف اسی کا اضافہ کیا ہے جو تیری مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدم تم نے سچ کہا۔ محمد ﷺ میری مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ جب تم نے ان کے حق کے واسطہ سے مجھ سے سوال کیا تو میں نے تم کو معاف کیا اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہیں کرتا،

سند پر کلام:

امام حاکمؒ نے **مستدرک ۶۱۵/۳** میں اور امام بیہقیؒ نے **دلائل النبوة ۳۱۰/۲** میں اس کو روایت کیا ہے لیکن یہ روایت سنداً اور متناً دونوں طرح ضعیف ہے کیونکہ

اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے جسے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔خود حاکمؒ نے اپنی کتاب "الضعفاء" کے اندر اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔علامہ ابن تیمیہؒ نے اس پر تعجب کیا ہے کہ حاکمؒ نے اس روایت کو کیسے نقل کردیا جبکہ خود انھوں نے اپنی کتاب "المدخل الی معرفة الصحیح من السقیم" میں ذکر کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اپنے والد سے موضوع احادیث کی روایت کرتے تھے۔علامہ ابن تیمیہ کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن بن زید بالاتفاق ضعیف ہیں کثرت سے غلطیاں کرتے ہیں۔ان کو امام احمد بن حنبلؒ ابوزرعہؒ، ابوحاتمؒ، نسائیؒ اور دار قطنیؒ وغیرہم نے ضعیف کہا ہے اور ابوحاتم بن حبان کا قول ہے کہ عبدالرحمٰن بے خبری میں احادیث کو الٹ پھیر کر بیان کرتے تھے۔ان کی روایت میں ایسا بہت ہوا ہے کہ انھوں نے مرسل کو مرفوع اور موقوف کو مسند قرار دے دیا اسی طرح امام حاکم تنہا جب کسی حدیث کو صحیح کہیں تو اس کی کوئی قیمت نہیں، جب تک کہ امام ذہبی اس کی تائید نہ کردیں کیونکہ امام حاکم کا تساہل احادیث کی تصحیح میں مشہور ہے۔اور اہل علم کے مابین یہ مقولہ "لا تغتر بتصحیح الحاکم و لا بتحسین الترمذی" معروف ومشہور ہے، لہٰذا امام حاکمؒ کی تصحیح کا یہاں پر کوئی اعتبار نہ ہوگا کیونکہ انھوں نے موضوع روایتوں تک کی بھی تصحیح کردی ہے اور اس طرح امام ذہبیؒ کے حکم پر بھی کامل اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کی امام حاکم کی موافقت پر بھی اہل علم کا تعاقب ہے جو الحمدللہ مطبوع ومتداول ہے۔

فائدہ: آدم علیہ السلام کی دعائے مغفرت کا ذکر خود قرآن میں مذکور ہے جو اس کے سراسر خلاف ہے لہذا کسی نبی، ولی اور بزرگ کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں۔

آنحضور ﷺ کا مختون پیدا ہونا

حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ قدرتی طور پر آپ (ﷺ) مختون پیدا ہوئے۔اور نال بھی کٹا ہوا تھا۔اسے آپ کے دادا نے دیکھا تو تعجب کیا اور کہا کہ میرے اس بیٹے کی ایک شان ہوگی۔

سند پر کلام

اس واقعہ کو ابن سعد نے طبقات ۱/۱۰۳ میں اور ابونعیم نے دلائل النبوة ص:۱۱۰ میں بطریق ابی احمد محمد ابن احمد الغطریفی عن الحسین بن احمد بن عبداللہ المالکی عن سلیمان بن سلمة الخبائری عن یونس بن عطاء بن عثمان بن ربیعہ بن زیاد بن الحارث الصدائی بمصر عن الحکم بن ابان عن عکرمہ عن ابن عباس عن ابیہ العباس بن عبدالمطلب ! اور امام بیہقی نے دلائل النبوة میں بطریق ابی عبداللہ الحافظ عن ابی بکر محمد بن احمد بن حاتم الدا[illegible]ی عن عبداللہ الشنجی روایت کیا ہے اور ابن عساکر نے "تاریخ دمشق" میں ابن کثیر نے "البدایة والنهایة" ۲/۲۶۵ میں اور سیوطی نے "الخصائص الکبریٰ" ۱/۹۰ میں وارد کیا ہے۔

یہ مذکورہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی تمام سندوں کے اندر دو جھوٹے راوی ہیں ایک سلیمان بن سلمة اور دوسرا الحکم بن ابان، اور سلیمان بن سلمہ کے بارے میں امام ابن الجنید کہتے ہیں کہ "کان یکذب" اور امام نسائی نے "لیس بشیء" کہا ہے اور ابن عدی نے "له غیر حدیث منکر" کہا ہے۔(المیزان ۲/۲۱۰)

دوسرا راوی حکم بن ابان ہے جو ابوعیسیٰ العدنی سے مشہور ہے۔ابن حجر نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ "صدوق عابد و له اوهام من السادسة" وہ بذات خود صدوق اور عابد ہیں لیکن ان سے وہم ہو جاتا تھا تقریب التهذیب ۱/۱۹۰ . اور ابن عدی نے "کامل" کے اندر کہا ہے کہ اس کے اندر ضعف ہے اور امام احمد نے کہا کہ کبھی کبھی ان سے خطا ہو جاتی تھی اور ان سے منکر روایتیں منقول ہیں۔(تهذیب التهذیب ۲/۳۰۶۴)

اس کی پوری تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ۵/۵۴۵۔تاریخ البخاری الکبیر ۲/ ترجمه ۲۶۶۲. تهذیب التهذیب ۱/۱۶۶. تاریخ الطبری ۱/ ۲۸۵.۲۹۹.، ثقات ابن حبان ۹۸ میزان الاعتدال ۱/ ترجمه ۲۱۶۹، دیوان الضعفاء ترجمه : ۱۰۷۰. ، الکنیٰ للدولابی ۲/۵۳، شذرات

الذھب ۱/۲۷۳، الکاشف ۱/۲۴۴، العبر ۱/۲۲۳. علل احمد.
۱/۹۹/۴۰۳ الجرح و التعدیل ۳/ ترجمه ۵۲۶

امام ابن القیمؒ اپنی مایۂ ناز کتاب " زاد المعاد " میں رقمطراز ہیں۔اس کے سلسلے میں ایک ایسی حدیث مروی ہے جس کا تذکرہ ابوالفرج ابن الجوزی نے "الموضوعات" کے اندر کیا ہے۔اور اس باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور نہ ہی یہ آپ کے خواص میں سے ہے بلکہ بہت سے لوگ مختون پیدا ہوئے ہیں۔(زاد المعاد مع التعلیق ۱/ ۸۱)

اور ابن عساکر نے بطریق عبد الرحمن بن عینیه البصری عن علی بن محمد المدائنی السلمی عن مسلمة بن محارب بن مسلم بن زیاد عن ابیه عن ابی بکر " ان جبرائیل ختن النبی حین طهر قلبه" یعنی حضرت جبرئیل نے آپ ﷺ کا ختنہ اس وقت کیا جس وقت کہ آپ کے سینے کو چاک کر کے تطہیر کی تھی۔لیکن ابن کثیر نے "البدایة و النھایة" میں نقل کر کے اس پر غریب ہونے کا حکم لگایا ہے اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل فرمایا ہے مگر اس کی سند میں ضعف ہے (تہذیب تاریخ دمشق ۱/۲۵۲) کلبی فرماتے ہیں کہ کتب احبار سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ہم اپنی بعض کتابوں کے اندر یہ بات پاتے ہیں کہ حضرت آدمؑ مختون پیدا ہوئے تھے اور آپ کے بعد آپ کی اولاد میں بارہ انبیاء مختون پیدا ہوئے ان میں سب سے آخری نبی محمد (ﷺ) ہیں جو مختون پیدا ہوئے (ختنہ کئے ہوئے)۔وہ انبیاء جو مختون پیدا ہوئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔حضرت شعیبؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت نوحؑ، حضرت سامؑ، حضرت لوطؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت محمد ﷺ اجمعین۔ (الخصائص الکبریٰ ۱/۹۰) یہ ہمارے لیے دلیل تو نہیں بن سکتی جس کی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکیں کہ آپ کے ساتھ اس خصوصیت کو ثابت کرنا درست نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ اس سے استیناس کر کے ہم یہ کہیں گے کہ یہ آپ کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ آپ سے بیشتر انبیاء بھی مختون پیدا ہوئے ہیں جبکہ آپ کا مختون ہونا کسی صحیح روایت سے ثابت بھی نہیں ہے جس سے اس بات پر استدلال کیا جا سکے کہ آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے

تھے لیکن اس کے باوجود امام حاکم نے اپنی کتاب "مستدرک" کے اندر یہ بات کہی ہے کہ" تواترت الاحادیث علیٰ انه ولد مختونا " آپ کا مختون پیدا ہونا متواتر احادیث سے ثابت ہے جبکہ اس سے قبل امام ابن القیم کی بات مذکور ہے جو اس بات کی صراحتاً انکار کرتی ہے اسلئے امام حاکم کا ان احادیث کو متواتر کہنا سہو ہے اور اس سلسلے میں امام ابن القیم کی ہی بات زیادہ قوی ہے۔

حضور ﷺ کا گہوارہ میں چاند سے باتیں کرنا

حضرت عباسؓ بن عبد المطلب سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے تو آپ کی نبوت کی نشانیوں نے آپ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی میں نے دیکھا کہ آپ گہوارہ میں چاند سے باتیں کرتے اور انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور جس طرف اشارہ کرتے چاند جھک جاتا تھا۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں چاند سے باتیں کرتا تھا۔اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا۔وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور اس کے عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرتے وقت میں اس کی تسبیح کرنے کی آواز سنا کرتا ہوں۔

سند پر کلام

اس روایت کو امام بیہقی نے دلائل النبوة ۱/ ۳۹۰ میں اور ابن کثیر نے البدایة و النھایة ۲/ ۲۶۶ میں اور سیوطی نے الخصائص الکبریٰ ۱/ ۱۳۷ میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔اور امام بیہقی نے کہا اس کی سند میں احمد بن ابراہیم الحلبی ایک راوی ہے جو کہ منفرد اور مجہول ہے اور امام ابن کثیر نے بھی یہی بات کہی ہے اور ابن ابی حاتم نے الجرح و التعدیل ۱/ ۴۰ میں احمد ابن ابراہیم الحلبی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کے بارے میں میں نے اپنے والد سے پوچھا اور اس کی حدیث کو ان کے سامنے پیش کیا تو میرے والد نے جواب دیا کہ میں اس کو نہیں جانتا اس کی ساری حدیثیں

موضوع اور باطل ہیں۔ علامہ ابن حجر نے **الاصابہ فی تمییز الصحابہ** ۳/ ۲۳ میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے اس کی سند واھی ہے علامہ زرقانی نے **شرح المواھب اللدنیۃ** ۱/ ۱۴۷ میں فرمایا کہ عباسؓ نبی ﷺ کے سب سے چھوٹے چچا تھے۔ اور حمزہؓ نبی ﷺ سے دو سال بڑے تھے تو عباس کا نبی ﷺ کا اس منظر کو دیکھنا اور روایت کرنا نہایت غریب ہے۔

فائدہ: آپ ﷺ کا گہوارہ میں چاند سے باتیں کرنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

قصہ حلیمہ سعدیہ

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ معزز خاتون ہیں جنہیں آپ ﷺ کی دائی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جس وقت وہ اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ بچوں کی تلاش میں آئی تھیں اور آپ کو لے کر گئیں، اس وقت کا واقعہ وہ خود بیان فرماتی ہیں کہ میں نہایت خشک سالی کے زمانے میں اپنے شوہر حارث بن عبد العزی اور اپنے شیر خوار بچے عبد اللہ کو لے کر اپنے قبیلے کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں ایک سفید گدھی پر سوار ہو کر نکلی ہمارے ساتھ ایک بوڑھی اونٹنی بھی تھی۔ اس کا تھن ایسا خشک تھا کہ ہمیں اس کا ایک قطرہ دودھ بھی میسر نہ ہوتا اور ہم پوری رات اپنے بچے کی بھوک اور اس کے رونے چلانے کے سبب نہ سوئے تھے۔ بلکہ ہم پریشان اور مضطرب تھے۔ کیونکہ میری چھاتی اس طرح خشک ہو چکی تھی کہ اتنا دودھ نہ تھا کہ اس بچے کو میں پلا کر آسودہ کر سکوں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ میری اونٹنی بھی اتنی کمزور و نحیف اور سست رفتار کہ میری سہیلیاں اس کی سست رفتاری سے تنگ آ چکی تھیں۔ بالآخر ہم تمام تکلیفوں اور پریشانیوں کو انگیز کرتے ہوئے اپنی آخری منزل مکہ پہونچ گئے اور بچوں کی تلاش میں لگ گئے محمد ابن عبد اللہ کو لے جانے کو کوئی تیار نہ تھا۔ جو دایہ آپ کو دیکھتی آپ کی یتیمی کے سبب اپنے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیتی اسلئے کہ اس در یتیم کے خویش و اقارب کی طرف سے داد و دہش کی کم ہی امید تھی۔ دھیرے دھیرے تمام عورتوں نے مالدار گھرانے کے بچوں کو

پالیا اور مکہ سے کوچ کا ارادہ کرنے لگیں۔ میں اکیلی کمزوری کے سبب کوئی بچہ نہ پا سکی تو اپنے شوہر سے کہنے لگی کہ خالی ہاتھ جانے سے بہتر ہے کہ اس یتیم بچے کو لے آؤں۔ انھوں نے کہا لے آؤ۔ ممکن ہے کہ اللہ اس میں برکت دے چنانچہ میں آپ ﷺ کو لے کر اپنے کجاوے میں آئی اور دودھ پلانے کے ارادے سے بیٹھی تو خلاف معمول دودھ اس قدر اترا کہ آپ اور آپ کے رضاعی بھائی دونوں نے خوب سیر ہو کر پیا اور آرام سے سو گئے۔ اس کے بعد میرے شوہر اونٹنی کے پاس گئے تو اس قدر دودھ سے بھرا ہوا پایا کہ اس سے پہلے کبھی بھی دیکھنے کو نہ ملا تھا۔ فوراً وہ اس کو دوہ کر لائے جسے ہم دونوں نے پی کر رات بڑے آرام سے گذاری۔ صبح سویرے میرے شوہر نے کہا حلیمہ تو بڑا مبارک بچہ لائی ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں ہاں میں بھی یہی سمجھ رہی ہوں پھر ہم آپ کو لے کر مکہ سے روانہ ہوئے تو میری وہی دبلی اور کمزور اونٹنی اتنی تیز رفتاری سے چلی کہ کوئی سواری اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ کیوں نہ ہو آج (رسول اللہ ﷺ ہونے والا) بچہ اس کی پشت پر سوار تھا۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ میری تمام سہیلیاں جو ہمارے ساتھ تھیں حیران اور متعجب تھیں وہ مجھ سے کہتی تھیں کہ اے زویب کی بیٹی ذرا آہستہ چلو! کیا یہ تمہاری وہی سواری نہیں ہے جو پہلے چلنے سے عاجز تھی میں نے کہا کہ واللہ وہی ہے۔ عورتوں نے کہا کہ پھر اسمیں کوئی خاص بات پیدا ہو گئی۔ اس کے بعد جب ہم اپنے گھر پہونچے تو وہاں خشک سالی سے جانوروں کو چرنے کیلئے کوئی چیز نہیں ملتی تھی پھر بھی شام کو میری بکریاں آسودہ اور دودھ سے بھری آتیں اور دوسروں کی بکریاں خالی پیٹ اور خشک تھن۔ لوگ تعجب کرتے اور اپنے بچوں سے کہتے کہ تم اپنے جانوروں کو وہیں چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں۔ لیکن ایسا کرنے سے بھی ان کے جانور خالی پیٹ آتے کیوں کہ چراگاہ میں کچھ نہ تھا۔ ہمارے جانوروں میں صرف آنخضرت ﷺ کی خیر و برکت ہو رہی تھی۔

سند پر کلام

اس واقعہ کو ابو نعیم اصفہانی نے **"دلائل النبوۃ"** میں اور ابن کثیر نے **"البدایہ**

والنھایہ" میں اور امام بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں اور ابن ہشام نے "السیرۃ النبویۃ" کے اندر اور ابن الجوزی نے "الوفاء" کے اندر اور ابن سعد نے "طبقات" کے اندر ذکر کیا ہے۔ان تمام کے اندر مرکزی سند جھم بن ابی جھم مولیٰ لامرأۃ من بنی تمیم قال حدثنی من سمع عبداللہ بن جعفر ابن ابی طالب قال ......))

حلیمۃ بنت الحارث اور جھم بن ابی جھم کی شخصیت غیر معروف ہے۔

جیسا کہ علامہ ذھبی نے میزان الاعتدال کے اندر "لایعرف" کہہ کر ضعفاء کی فہرست میں کھڑا کر دیا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خود جھم ابن ابی جھم جس سے روایت کرتے ہیں اس کے نام کو مجہول رکھا ہے۔۔امام ابن سعد نے ایک دوسری جگہ ۹۷/۱ میں بطریق واقدی روایت کیا ہے۔واقدی نے عبداللہ بن اسلم القرشی سے اور عبداللہ اپنے باپ زید بن اسلم تابعی سے نقل کرتے ہیں۔یہ روایت موقوف ہے اور خود محمد بن عمر الواقدی متروک ہے۔امام بخاری نے اسے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔تاریخ البخاری الکبیر ۵۴۳/۱

اور امام نسائی نے کہا "لیس بثقۃ" "وہ ثقہ نہیں ہے۔الضعفاء والمتروکین ۵۳۱/۵ واقدی کے سلسلے میں ائمہ حدیث کے مزید اقوال کیلئے ملاحظہ ہو: طبقات ابن سعد ۴۲۵/۵ . ۴۳۳ ، تاریخ البخاری الکبیر ۱/ ۵۴۳ ، کتاب الضعفاء ۳۳۴ ، الضعفاء للنسائی ۵۳۱ ، الضعفاء للعقیلی ۱۹۷ ، الجرح والتعدیل ۹۳/۸ ،المجروحین لابن حبان ۲/ ۲۹۰ ، الکامل لابن عدی ۳/ ۸۵ کشف الاستار ۱۰۲۶/۳۵۶ ، الضعفاء لابن الجوزی ۱۴۵ ، سیر اعلام النبلاء ۹/ ۴۵۴ ، تاریخ الخطیب ۳/۳، المیزان ۳/ ۷۹۹۳ ، شذرات الذہب ۲/ ۱۸ .

اور اس سند کے اندر واقع دوسرے راوی عبداللہ بن زید بن اسلم القرشی ہیں جو متکلم فیہ ہیں۔امام نسائی کہتے ہیں "لیس بالقوی" "وہ قوی نہیں ہیں۔الضعفاء والمتروکین ۳۴۰ اور معاویہ بن صالح یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں

کہ وہ ضعیف ہیں تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ۵۳۶/۱۴

مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔(۱) طبقات ابن سعد ۲۶۳/۹ ، علل احمد ۱۰۳/۱، ۱۶۶ تاریخ البخاری الکبیر . ۲۶۳/۵ جامع الترمذی ۳۲۰/۲ ، الجرح والتعدیل ۵/ ۲۷۵ ،المجروحین لابن حبان .المغنی ۳۱۸۱/۱ ،الضعفاء لابن الجوزی ۸۴ ، دیوان الضعفاء ۲۱۷۵ ، تہذیب التہذیب ۱۴۶/۲ ، التقریب ۱۴۱۷/۱ الکامل لابن عدی ۲/ ۱۳۲ .

کچھ محققین نے اس مذکورہ روایت کو حسن قرار دیا ہے۔واللہ اعلم بالصواب

سینۂ مبارک کتنی بار چاک کیا گیا

حضرت ابو ہریرہؓ ، رسول ﷺ سے نبوت کا ابتدائی نشان پوچھتے ہیں۔آپ ﷺ فرماتے ہیں میں دس برس کا تھا کہ میدان میں دو آدمی میرے سر پر آئے ایک نے کہا کہ یہ وہی ہیں دوسرے نے کہا ہاں۔پھر دونوں نے پیٹھ کے بل مجھے پچھاڑا اور میرے پیٹ کو پھاڑا۔ایک سونے کے طشت میں پانی لاتا رہا اور دوسرا پیٹ کو دھوتا رہا۔پھر ایک نے کہا سینہ کو چاک کرو تو ناگاہ دیکھتا ہوں کہ سینہ چاک ہے اور کچھ تکلیف معلوم نہیں ہوتی ہے۔پھر ایک نے کہا کہ دل کو چاک کرو تو اس نے دل کو چاک کیا۔پھر اس نے کہا اس میں سے کینہ اور حسد کو نکال لو اس میں سے جمے ہوئے خون کی طرح کی کوئی چیز نکالی پھر کہا اس میں مہربانی اور رحمت رکھ دو۔تو اس نے چاندی کی طرح کوئی چیز رکھ دی۔پھر اس نے چند گھنڈیاں جو اس کے پاس تھیں نکالیں اور وہ گھنڈیاں میرے سینے پر لگا دیں۔پھر میرے انگوٹھے کو گھونٹ کر مجھ سے کہا جاؤ میں لوٹا تو اپنے من میں وہ لیکر لوٹا جو لے کر نہیں آیا تھا۔یعنی چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کے ساتھ نرمی۔

اس مذکورہ روایت کو امام حاکمؒ نے "مستدرک" میں اور ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ" اور ابن عساکر نے "تاریخ دمشق" میں اور امام احمد نے اپنی "مسند" میں نقل کیا ہے۔لیکن ان تمام کتابوں میں مرکزی سلسلۂ سند ایک ہی ہے۔یعنی یہ کہ معاذ بن محمد اپنے

باپ محمد بن معاذ سے اور وہ اپنے باپ معاذ بن محمد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، امام ابونعیم اصفہانی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "**هذا الحديث تفرد به معاذ بن محمد دلائل النبوة ص ۱۷** " یہ حدیث صرف معاذ بن محمد نے نقل کی ہے، اور وہی اس عمر کی تعیین کے بیان میں جس میں شق صدر ہوا منفرد ہیں۔ یعنی اس روایت کی کسی نے تعیین نہیں کی ہے۔ ابن المدینی اس حدیث کے تحت اپنی کتاب " **العلل** " میں فرماتے ہیں "**حديث مدني واسناده مجهول كله ولا نعرف محمدا ولا أباه ولا جده** - یہ حدیث مدنی ہے اس کی سند تمام تر مجہول ہے۔ ہم لوگ نہ محمد کو جانتے ہیں اور نہ اس کے باپ کو اور نہ اس کے دادا کو (تهذيب التهذيب ۱/ ۱۹۴)

حضرت عائشہؓ نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے لیکن اس میں اتنی زیادتی ہے کہ آپ غارِ حرا میں تھے اور جبرئیلؑ نے آپ کے سینے کو چاک کر کے اس چیز کو نکالا جو اللہ نے چاہا اس کو روایت کیا ہے امام ابونعیم اصفہانی نے "**دلائل النبوة**" کے اندر **بطريق ابی بكر بن خلاد عن الحارث بن ابی اسامه بن داؤد بن المحبر قال حدثنا حماد عن ابی عمران الجونی عن يزيد بن بابنوس عن عائشة**ؓ لیکن یہ سند باطل ہے کیونکہ اس کے اندر ایک راوی یزید بن بابنوس ہیں اور دوسرے داؤد بن المحبر ہیں۔ یزید بن بابنوس کو ابن الجوزی نے ضعفاء میں۔ اور ابن حاتم نے مجہول گردانا ہے۔ لیکن حافظ منذری ابن الجوزی کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابو حاتم کا قول نہیں پا سکے لیکن ان کے باوجود بہت سارے ائمہ حدیث نے ان پر کلام کیا ہے۔

دوسرے راوی داؤد بن المحبر ہیں۔ امام نسائی نے "ضعیف" کہا ہے اور دار قطنی نے "متروک الحدیث" اور امام ابو حاتم نے "غیر ثقہ" کہا ہے۔ امام ابو زرعہ نے "ضعیف الحدیث" کہا ہے۔ ان تمام اقوال کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ یہ سند باطل ہے۔ اس کو صحیح قرار دے کر استدلال کرنا راست نہیں ہے۔

امام ابونعیم نے ایک اور سلسلہ سے اس کو بیان کیا جو یہ ہے۔ عبد الصمد بن محمد السعدی

اپنے باپ سے وہ اپنے باپ سے اور وہ ایک ایسے شخص سے جو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ بیان کرتے ہیں۔ لیکن یہ تمام تر لوگ مجہول ہیں اور امام حاکم نے مستدرک (۲/ ۶۱۶، ۶۱۷) میں اس کو مزید تفصیل سے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایک دن میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے گیا تھا، کھانا نہ تھا۔ میں نے اس کو دایہ کے پاس بھیج دیا۔ وہ گیا تو دیکھا کہ گدھ کی طرح کے دو پرندے آئے ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ یہی ہے دوسرے نے کہا ہاں۔ پھر دونوں نے جھپٹ کر مجھے پکڑا اور زمین پر پچھاڑ کر میرا پیٹ چاک کر دیا اور اس میں سے دو سیاہ جمے ہوئے خون کے قطرے نکالے اور برف کے پانی سے دھویا۔ بیہقی اور ابن عساکر نے ایک اور سند سے حضرت ابن عباس سے یہ واقعہ نقل کیا ہے لیکن اس سند میں محمد بن زکریا الغالبی جھوٹا اور وضاع ہے اس کا شمار قصہ گویوں میں ہے اور حاکم کی روایت کردہ حدیث میں ایک راوی بقیہ بن ولید ہیں۔ جو تدلیس میں بہت مشہور ہیں۔ ان کے بارے میں ابوحاتم نے کہا کہ "**يكتب حديثه ولا يحتج به**" ان کی احادیث لکھی جائیں گی لیکن وہ قابل حجت نہ ہوں گی اور ابو مسہر نے کہا "**بقية ليست احاديثه نقية فكن منها تقيه**" بقیہ ابن ولید کی حدیثیں درست نہیں ہوتی ہیں اس سے احتراز ضروری ہے۔ تہذیب الکمال (۴/ ۱۹۸) حافظ ابن حجر نے کہا "**صدوق كثير التدليس عن الضعفاء**" وہ صادق ہیں لیکن ضعفاء سے وہ بہت زیادہ تدلیس کرتے ہیں۔

قارئین کرام! واقعہ شق صدر کے سلسلے میں مروی تمام احادیث کی سندوں پر نظر رکھنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ وہ روایتیں جس کے مجموعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ واقعہ شق صدر چار بار پیش آیا۔ وہ انتہائی ضعیف ہیں۔ بلکہ واقعۂ شق صدر صحیح ترین روایتوں کی روشنی میں صرف دو بار پیش آیا۔ جیسا کہ امام سہیلی "**روض الانف**" میں صرف دو موقعوں کی روایت کو صحیح کہتے ہیں۔ ایک دفعہ صغر سنی میں اور دوسری دفعہ معراج میں اور اس کی مصلحت یہ بتلائی ہے کہ صغر سنی میں اس لئے ہوا کہ بچپن ہی سے حضور ﷺ کے قلب مبارک سے ذمائم کے حصے کو نکال دیا جائے۔ اور معراج کے وقت تو ظاہر ہے اسلئے کہ حضور ربانی کے موقعہ پر حکم صلاۃ

جوطہارت محض ہے تحمل کیا جائے اور ملائکہ الٰہی کی امامت نماز فرماسکیں۔لیکن قاضی عیاض شق صدر کو ایک ہی واقعہ سمجھتے ہیں اور وہ صغر سنی میں جب آپ حضرت حلیمہ ؓ کے یہاں پرورش پارہے تھے۔اورمعراج کے موقعہ پر شق صدر کے واقعہ کوراویوں کا سہو تصور کرتے ہیں۔نسیم الریاض (۱۲۶۵/۲) حالانکہ مسلم کی اس روایت سے اس کا بطلان ظاہروباہر ہے۔جس میں ہے کہ آپ کے قلب کو حضرت جبرئیل نے شق کیا اور پورا عمل کیا اور اسی طرح بخاری اور مختلف کتب میں اس کا وجود اس بات کا بین ثبوت ہے کہ امام قاضی عیاض کا اس کو وہم قرار دینا درست نہیں۔

خلاصۂ کلام

واقعہ شق صدر کو چاردفعہ قرار دینا جیسا کہ امام صالحی نے ''سیرۃ شامیہ'' میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ واقعہ شق صدر چار بار پیش آیا۔پہلی دفعہ جب آپ بنی سعد میں پرورش پارہے تھے دوسری مرتبہ جب آپ کی عمر شریف بیس سال ہوئی اور تیسری دفعہ جب آپ نبی بنائے گئے تھے اور چوتھی دفعہ معراج کے موقعہ پر اور مزید براں ہر ایک کے الگ الگ مصالح کو بیان فرمایا ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے بلکہ صحیح ترین روایتوں سے صرف دوبار یہ واقعہ پیش آیا۔ایک بار جب حلیمہ سعدیہ ؓ کے یہاں پرورش پارہے تھے۔(صغر سنی میں وقت کی تحدید درست نہیں ہے)اور ایک بار معراج کے موقعہ پر۔**واللہ اعلم بالصواب.**

رسول اللہ ﷺ کی خوبصورتی

حضرت جابر سے مروی ہے کہ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل ؑ میرے پاس آئے اور کہا اے محمد ﷺ ! اللہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرمایا ہے کہ اے میرے حبیب میں نے حضرت یوسف ؑ کو کرسی کے نور سے حسن عطا کی اور تیرے چہرے کو میں نے اپنے عرش کے نور سے چمکایا اور اے محمد ﷺ میں نے تجھ سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں پیدا کیا۔

سند پر کلام

اس روایت کو ابن الجوزی نے **الموضوعات ۱/ ۲۹۱** میں اور سیوطی نے **اللآلی المصنوعة ۱/۲۷۳** میں اور کنانی نے **تنزیه الشریعه المرفوعه ۱/ ۳۲۵** کے اندر ذکر کیا ہے۔تمام سندوں میں ایک راوی ہے جس کا نام محمد بن عبداللہ بن ابراہیم الاشنانی ہے۔جس کے بارے میں امام دارقطنی نے کہا کہ وہ حدیثیں گھڑتا تھا اور اشنانی کو کذاب ودجال کہا ہے اور ان کے علاوہ کئی محدثین نے اس کی تضعیف کی ہے اور کہا ہے اس کی حدیثوں سے احتجاج حرام ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے۔اس کے من گھڑت ہونے میں کوئی شک نہیں، نیز معنوی ناحیے سے بھی اس کے وضع کا پتہ چلتا ہے۔

فائدہ : یہ روایت گرچہ موضوع ہے مگر آپ ﷺ کی خوبصورتی کا تذکرہ دیگر صحیح حدیثوں میں آیا ہوا ہے جو ہمارے لئے کافی ہے۔

واقعہ بحیری راہب

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ ابوطالب رسول اللہ ﷺ اور قریش کے چند دوسرے بوڑھے افراد کے ہمراہ شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا۔اس پڑاؤ پر ایک راہب آیا۔حالانکہ اس سے قبل ان کے پاس کبھی کوئی راہب ملنے نہیں آیا تھا، یہاں پہنچ کر راہب کی نظریں کسی کو تلاش کرنے لگیں۔پھر یک بارگی اس نے رسول ﷺ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لیا اور کہنے لگا: یہ فرزند سارے جہانوں کا سردار ہے۔یہ رب العالمین کا رسول ہے۔اس کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمائیگا۔یہ سن کر قریش کے بڑے بوڑھوں نے کہا تم کو یہ سب کس طرح معلوم ہوا۔راہب نے کہا کہ تمہاری جماعت جب گھاٹی سے نمودار ہوئی تو میں نے دیکھا کہ اس لڑکے کے سامنے ہر پتھر اور ہر درخت سجدے میں گرجاتا تھا اور یہ نبی کے سوا کسی غیر نبی کو سجدہ نہیں کرتے۔میں نے ان کی شناخت اس طرح کی کہ ان کے شانوں کے نچلے حصے میں سیب کی طرح مہر نبوّت ہے۔راہب نے

اس جماعت کے لئے کھانے کا بندوبست کیا اور رسول اللہ ﷺ پر بادلوں کا سایہ کرنا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ قریش کے قیام کے دوران بحیری برابر تاکید کرتا رہا۔ اس بچے کو روم نہ لے جاؤ کیونکہ ان مخصوص علامتوں کو دیکھ کر وہاں کے لوگ پہچان لیں گے اور اندیشہ ہے کہ قتل نہ کردیں۔ حسن اتفاق سے نو رومی اشخاص نمودار ہوئے۔ بحیریٰ جا کر ان سے ملا اور مقصد سفر دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا: ہم اس نبی کی تلاش میں ہیں جو عنقریب مبعوث ہوا چاہتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کے ظہور سے پہلے قتل کردیا جائے۔ بحیریٰ نے کہا کہ تم نے کبھی دیکھا یا سنا ہے کہ حکم الٰہی اور ارادہ باری تعالیٰ کو ٹالنے اور روکنے کی کوشش کسی نے کی ہو اور وہ کامیاب ہوا ہو۔ انھوں نے جواب دیا سنا نہ دیکھا۔ راہب نے مشورہ دیا: تم کو چاہیے کہ اس نبی کی اطاعت کرو اور اس کے کاموں میں شریک بن جاؤ۔ پھر بحیرہ راہب قریش کے پاس آیا اور کہا کہ آپ لوگوں میں ان (محمد ﷺ) کا اصلی والی کون ہے لوگوں نے ابوطالب کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ ہیں ان کے والی۔ بحیریٰ نے حضرت ابوطالب کو نزاکت حال سے آگاہ کیا اور ان کو کسی نہ کسی طرح مکہ واپس کردینے پر راضی کرلیا۔ اس سفر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی شریک تھے۔ انہوں نے حضرت بلالؓ کو حضور ﷺ کے ہمراہ جانے پر آمادہ کرلیا۔ روانگی کے وقت زیتون کا کاک بطور توشہ ساتھ کردیا۔

سند پر کلام

قبل اس کے کہ اس واقعہ کی سندوں پر بحث کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بحیریٰ اور اس کے نام سے روشناش کرادیا جائے۔ کیونکہ عوام الناس میں بحیریٰ باء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا اور بولا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں باء کے فتحہ اور حاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے اور اس کے نام کے سلسلے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے جرجیس اور بعض نے سرجس اور جرجس بتلایا ہے۔ (حاشیہ سیرت ابن ہشام / ۱۸۰)

بحیری نامی دو راہب تھے۔ ایک تو وہ جس کے ساتھ مذکورہ واقعہ پیش آیا اور دوسرا بحیری جس کا نام سنورا تھا اس کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ

کو اپنے غلام میسرہ کے ہمراہ شام کی تجارت کیلئے بھیجا تھا۔ دونوں کو بحیری کے نام سے سیرت میں شہرت ملی یہ واقعہ سیرت ابن ہشام / ۲۰۳ دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصفہانی ۱۳۵ الوفا ۱ / ۱۳۱ ، الاکتفاء / ۱۹۱ ، شرح المواھب / ۱۹۰ ، الخصائص ۱ / ۸۵ ، المستدرک ۲ / ۶۱۵ - ۶۱۷ ، البدایہ والنہایہ ۲ / ۲۸۵ - ۲۸۶ میں منقول ہے اور امام ابن کثیر نے کہا کہ یہ غریب ہے بلکہ یہ مرسل ہے اور امام ذہبی نے اس کو موضوع گردانا ہے اور امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی ۵۹۰/۵-۵۹۱ کے اندر ذکر کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اس کو ہم اسی طریق سے جانتے ہیں۔

علامہ ذہبی نے اس قصہ کو اس قول کی بنیاد پر موضوع کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت بلالؓ کو حضور ﷺ کے ساتھ بھیج دیا۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اس وقت تک نہ تو متاصل تھے اور نہ ہی بلالؓ کو خریدا تھا اور ابن حجر نے "الاصابہ" میں فرمایا کہ اس حدیث کے تمام رواۃ ثقہ ہیں اور اس میں کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ بجز اس فقرے کے جو اس بات پر محمول کیا جائے کہ یہ خلط الفاظ کا نتیجہ ہے۔

اس روایت کے جس قدر طریق ہیں سب مرسل ہیں۔ یعنی راوی واقعہ کے وقت خود موجود نہ تھا، اور اس راوی کا نام بیان نہیں کیا جو شریک واقعہ تھا اس روایت کا سب سے مستند طریق وہ ہے جو سنن ترمذی میں مذکور ہے۔ اس کے متعلق تین باتیں قابل لحاظ ہیں۔

(۱) ترمذی نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ حسن اور غریب ہے۔ (۲) اس حدیث کا ایک راوی عبدالرحمٰن بن غزوان ہے۔ اس کو اگرچہ بہت سے لوگوں نے ثقہ بھی کہا ہے۔ لیکن اکثر اہل فن نے اسکی بابت بے اعتباری ظاہر کی ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ "عبدالرحمٰن" منکر حدیثیں بیان کرتا ہے۔ جن میں سب سے بڑھ کر منکر وہ روایت ہے جس میں بحیری کا ذکر ہے۔ (۳) امام حاکم نے مستدرک میں اس راویت کی بابت لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔ علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک

میں حاکم کا یہ قول نقل کر کے لکھا ہے کہ اس حدیث کے بعض واقعات موضوع اور جھوٹے ہیں۔

شیخ محمد رئیس ندوی حفظہ اللہ (استاذ جامعہ سلفیہ بنارس) نے اس حدیث کی تصحیح کرتے ہوئے امام ذہبی کے کلام کا نہایت ہی تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی مایہ ناز کتاب ''سیرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا'' ص:۱۰۹ میں زیر عنوان ''حدیث اشعری کی تصحیح'' میں رقمطراز ہیں: ''یہ حدیث ہمارے نزدیک اصول حدیث کے مطابق صحیح ہے اور امام جزریؒ نیز بہت سے ائمہ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور اس کے متن و مضمون میں بھی کسی قسم کی کوئی خرابی نظر نہیں آتی ہے مگر اس کے باوجود یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بعض مشہور ناقدین و اہل تحقیق نے اس پر کلام کیا ہے اس حدیث کے جملہ رواۃ مشہور و معروف ثقہ ائمہ ہیں اور اس کی سند متصل ہے اس میں کسی قسم کی کوئی علت اسی طرح ہمیں نظر نہیں آتی جس طرح اس کے متن و مضمون میں کوئی علت نہیں محسوس ہوتی''۔

ابوطالب کی خدمت میں وفد مکہ کی آمد

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اشراف قریش میں سے چند آدمی ابوطالب کے پاس گئے اور بولے اے ابوطالب! آپ کے بھتیجے نے ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہا ہے۔ اس نے ہمارے دین کی عیب چینی کی ہے ہماری عقلوں کو حماقت زدہ کہا ہے اور ہمارے باپ داداؤں کو گمراہ قرار دیا ہے لہٰذا یا تو آپ انہیں اس سے روک دیجئے یا ہمارے اور ان کے درمیان سے آپ ہٹ جائیں۔ کیونکہ آپ بھی ہماری طرح ان سے مختلف دین پر ہیں۔ ہم ان کے معاملے میں آپ کیلئے کافی رہیں گے۔ اس کے جواب میں ابوطالب نے نرم بات کہی اور روادارانہ لب و لہجہ اختیار کیا چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور رسول ﷺ اپنے سابقہ طریقے پر رواں دواں رہتے ہوئے اللہ کا دین پھیلانے اور اس کی تبلیغ کرنے میں مصروف رہے۔

آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اے میرے چچا بخدا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور کہیں کہ آپ اس دین کو چھوڑ دیں تو کبھی ایسا نہیں

ہوسکتا یہاں تک کہ اللہ دین کو غالب کر دے یا میں ہلاک ہو جاؤں۔ (سیرت ابن ہشام ۱/۲۶۵)

سند پر کلام

یہ روایت ضعیف اور معضل ہے اور یعقوب بن عتیبہ تبع تابعی اور ثقہ لوگوں میں سے ہیں۔ ان کی وفات ۱۲۸ھ میں ہوئی علامہ البانی نے کہا ہے کہ اس کا دوسرا طریق حسن ہے لیکن اس کے اندر یہ الفاظ نہیں ہیں۔ بلکہ اس کی جگہ پر یہ ہے کہ میں اس امر کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ خواہ وہ لوگ میرے لئے شعلہ بھی سورج کی طرح روشن کر دیں۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ ۲/ ۳۱۰-۳۱۱، اورابن عساکر نے ۲۰۱/۴۴/۱۹/۳۶۳/۱۱ سے حسن سند کے ذریعہ بیان کیا ہے لیکن اس کے اندر ''یا عم لو وضعوا الشمس فی یمنی والقمر فی یساری علی ان اترک هذا الامر حتی یظهره الله او اهلک فیم ما ترکته۔ یہ ٹکڑا کسی بھی صحیح سند سے مروی نہیں۔ (الصحیحہ ۱/ ۱۴۷)

شب ہجرت غار کے دہانے پر مکڑی کا جالا بننا

جس رات آپ ﷺ ابوبکرؓ کے ساتھ غار ثور میں پناہ گزیں ہوئے اسی رات بحکم خداوندی ایک درخت اگا اور نبی ﷺ کو ڈھانک لیا اتنی دیر میں غار کے دہانے پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور دو جنگلی کبوتریاں انڈے دے کر سینے لگیں تھیں اور جب سُراغ رساں وہاں پہنچے اور اس غار میں دیکھنا چاہا تو دیکھا مکڑی نے جالا تان رکھا ہے۔

سند پر کلام

اس واقعہ کو ابن سعد نے بطریق مسلم بن ابراهیم عن عون بن عمر القیسی أخور یاح القیسی عن ابی مصعب المکی روایت کیا ہے اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں نقل کیا ہے۔ لیکن یہ واقعہ موضوع ہے اس کی دو علت

ہے پہلی یہ کہ اس مذکورہ سند کے اندر ایک راوی عون بن عمر القیسی ہیں ان کے بارے میں ابن معین کہتے ہیں ''لاشئی'' وہ کچھ نہیں ہیں اور امام بخاری نے '' منکر الحدیث '' کہا ہے میزان الاعتدال ۳/ ۳۰۶ اور دوسری علت ابو مصعب المکی ہیں۔ جن کے بارے میں امام ذہبی نے ''لا یعرف'' کہا ہے۔ اور علامہ البانی نے اس واقعہ کو منکر قرار دیا ہے۔

(سلسلہ الاحادیث الضعیفة ۳/ ۲۶۰)

احادیث اسراء ومعراج

ابن اسحاق نے کلبی، ابو صالح سے اور وہ حضرت امّ ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابی طالب سے روایت کی کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کو سیر کرائی گئی اس رات آپ ﷺ میرے گھر میں اور مجھ سے قریب ہی آرام فرما تھے۔ حضور ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی حضور ﷺ اور ہم سب سو گئے۔ طلوع فجر کے قریب آپ ﷺ نے ہم سب کو جگایا اور جب آپ ﷺ نے نماز پڑھی تو ہم نے بھی آپ ﷺ کیساتھ نماز پڑھی نماز کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا:

اے امّ ہانی رضی اللہ عنہا میں نے تمہارے سامنے وادی میں نماز عشا پڑھی اس کے بعد میں نے بیت المقدس میں پہنچ کر وہاں نماز پڑھی اور صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی ہے۔

طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت امّ ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ واقعۂ معراج کے موقعہ پر میرے گھر میں آرام فرما تھے۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو موجود نہ پایا اور میری آنکھوں سے نیند اس خوف کی بناء پر اڑ گئی کہ کہیں آپ ﷺ کو کسی قریشی نے ایذاء نہ پہنچائی ہو۔ تشریف لانے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے اور مجھے باہر لے گئے وہاں ایک جانور گدھے سے بڑا اور گھوڑے سے کچھ چھوٹا موجود پایا۔ جبرئیلؑ نے مجھے اس پر سوار کیا میں بیت المقدس پہنچا۔ میں نے حضرت ابراہیمؑ کو دیکھا جو میرے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔ اور حضرت موسیٰؑ کو دیکھا جو طویل القامت گھنگھریالے بال از دشنوءہ کے مردوں کے مشابہ تھے اور حضرت عیسیٰؑ کو دیکھا جو میانہ قامت اور سفید رنگ

مائل بہ سرخی تھے انکی مشابہت عروہ بن مسعود ثقفی سے ہے اور میں نے دجال کو دیکھا جو داہنی آنکھ سے کانا تھا اور اس کی مشابہت قطن ابن عبد العزیٰ سے ہے۔ امّ ہانی رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ پھر حضور ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ اسراء کے سارے حالات کا قریش سے ذکر کریں تو میں نے دامن تھام لیا اور کہا آپ ﷺ ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں جو آپ کو جھٹلاتے اور آپ کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنا دامن میرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور تشریف لے گئے۔ وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے واقعۂ اسراء کا حال بیان کیا جس کو سن کر مطعم بن عدی کھڑا ہوا اور کہنے لگا محمد اگر تم صحت فکر رکھتے تو ایسی باتیں نہ کہتے اس کے بعد ایک اور قریشی کھڑا ہوا اور اس نے کہا محمد ﷺ آپ سفر بیت المقدس کے دوران قریش کے قافلے پر سے گذرے جو فلاں مقام پر ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں نے اہل قافلہ کو اس حال میں پایا کہ ان کا اونٹ گم ہو گیا تھا اور اس کی تلاش میں وہ سرگرداں تھے پھر اس نے کہا: کیا آپ نے فلاں مقام پر پایا اور ان کے ایک اونٹ کی ٹانگیں ٹوٹ گئی ہیں۔ قریشی نے کہا آپ ﷺ اونٹوں اور ان کے چرواہوں کی تعداد بتائیے۔ میں اس سوال کا جواب دینے سے قاصر رہا اور لوٹ آیا میں گھر آ کر سو گیا تو بحالت خواب میں نے اس قبیلہ کے اونٹوں کو دیکھا اور شمار کر لیا اور ان کے چرواہوں کو بھی۔ پھر میں بیدار ہو گیا اور قریش کے پاس دوبارہ جا کر کہا کہ تم نے اس وقت اونٹوں اور چرواہوں کے بارے میں پوچھا تھا لہٰذا سن لیجئے۔

اتنے اونٹ اتنے چرواہے ہیں اور چرواہوں میں ابن ابی قحافہ اور دوسرے لوگ بھی ہیں۔ یہ قافلہ کل صبح کو فلاں ٹیلے پر تمہیں ملے گا۔ دوسرے روز بہت صبح سے لوگ ٹیلے پر جا کر بیٹھ گئے تا کہ آپ ﷺ کے قول کو جانچیں۔ جب اونٹوں کو آتے دیکھا تو خود آگے بڑھ کر ان سے ملے اور پوچھا کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہو گیا تھا؟ انھوں نے بتایا ہاں۔

پھر یہ لوگ دوسرے قافلہ کے مسافروں کے پاس پہنچے اور دریافت کیا کہ کیا تمہارے کسی اونٹ کی ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں۔ انہوں نے کہا: ''ہاں''۔ پھر ان لوگوں نے سوال

کیا کیا تمہارے پاس کوئی پیالہ ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے جوابدیا نجدا میں نے ہی اس کو رکھا ہے۔ نہ تو کسی نے اس میں سے پانی پیا ہے اور نہ اسکے پانی کو زمین پر انڈیلا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اور آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ اسی وقت سے ان کو صدیق کا خطاب ملا۔ (خصائص کبریٰ ۱/۳۴۰-۳۴۳۔)

سند پر کلام

حافظ ہیثمی نے **مجمع الزوائد** ۱/۷۶ میں اس کو وارد کر کے یہ بات کہی ہے کہ امّ ہانی رضی اللہ عنہا کی اس سند میں عبدالاعلیٰ بن ابی المساور متروک اور کذاب راوی ہے اور علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ عبدالاعلیٰ بن ابی المساور امام شعبی سے روایت کرتا ہے اور محدثین نے اس کی تضعیف کی ہے۔ **المیزان** ۲/۵۳۱ اور امام بخاری نے **تاریخ کبیر** ۳/۷۴ میں "**منکر الحدیث**" کہا ہے ابن معین نے اپنی تاریخ ۲/۳۳۶ میں "**لیس بشیء**" کہا ہے اور ابن حبان نے ۲/۱۵۶ میں اس پر جرح کی ہے اور امام عقیلی نے **کتاب الضعفاء الکبیر** ۳/۶۱ کے اندر امام بخاری کا قول نقل کر کے اس کی تضعیف کی ہے۔

ابو یعلیٰ وابن عساکر نے بطریق یحییٰ بن عمرو الشیبانی، ابو صالح سے انھوں نے امّ ھانی سے روایت کی کہ رسول ﷺ علی الصبح اندھیرے میں میرے پاس تشریف لائے اور میں اس وقت تک اپنے بستر پر تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمھیں خبر ہے کہ میں آج رات مسجد حرام میں سویا تو حضرت جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور مجھے مسجد کے دروازے تک لائے وہاں پر ایک چوپایہ جو گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا تھا اور کان پھڑ پھڑا رہا تھا مجھ کو اس پر سوار کر کے لے چلے جب وہ نشیب میں اترتا تو اس کے ہاتھ دراز ہو جاتے اور پیر چھوٹے اور جب وہ چڑھائی پر چڑھتا تو اس کے پاؤں دراز ہو جاتے اور ہاتھ چھوٹے۔ کسی لمحے جبریلؑ مجھ سے جدا نہ ہوئے حتیٰ کہ ہم بیت المقدس پہنچے تو انہوں نے اس حلقہ سے اسے باندھا جس میں انبیاء کرام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے پھر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میرے سامنے آئی ان میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ بھی تھے اور میں نے ان کے ساتھ نماز

پڑھی اور ان سے باتیں کیں اس کے بعد سرخ وسفید دو پیالے لائے گئے میں نے سفید کو لے کر پی لیا یہ دیکھ کر حضرت جبریلؑ نے مجھ سے کہا "اے رسول خدا! آپ نے دودھ کو نوش کیا اور شراب کو چھوڑا ہے اگر آپ شراب کو لے لیتے تو آپ کی امت راہِ ہدایت سے بھٹک جاتی۔" پھر مجھے سوار کر کے مسجد حرام لے آئے اور میں نے نمازِ فجر پڑھی۔ امّ ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ سن کر میں نے حضور ﷺ کی ردائے مبارک پکڑی اور کہا اے ابن عم میں آپ کو قسم دیتی ہوں کہ اگر آپ نے اسراء وانبیاء کی باتیں قریش کو بتائیں تو جو آپ کی تصدیق کرتا ہے وہ بھی آپ کو جھٹلائیگا۔ پھر حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ ردا پر مارا اور چادر کا حصہ میری گرفت سے نکل گیا چادر آپ ﷺ کے شکم مبارک سے اوپر ہوگئی اور میں نے آپ کے شکم مبارک کے شکنوں کو دیکھا گویا کہ وہ ایک شکن آلود کاغذ کی شکنوں کی طرح تھیں اور اس وقت میں نے آپکے قلب اطہر کے پاس سے ایسا زر چمکتا ہوا دیکھا جس سے میری آنکھیں خیرہ ہوگئیں تو میں سجدہ میں گر پڑی جب میں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور میں نے لونڈی سے کہا خدا تیرا بھلا کرے تو حضور ﷺ کے پیچھے جا اور سن کہ حضور ﷺ کیا فرماتے ہیں اور قریش کیا جواب دیتے ہیں۔ جب لونڈی واپس ہوئی تو اس نے بتایا کہ حضور ﷺ جماعتِ قریش کے پاس تشریف لے گئے جن میں مطعم بن عدی، عمرو بن ہشام اور ولید بن مغیرہ بھی تھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا آج رات میں نے عشاء کی نماز اس مسجد میں پڑھی اور فجر کی بھی اور دونوں نمازوں کے درمیانی وقفہ میں بیت المقدس ہوکر آیا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت ملی جن میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ وحضرت عیسیٰؑ بھی تھے۔ میں نے ان سب کو نماز پڑھائی اور ان سے باتیں کی ھیں۔ حضور ﷺ نے جب اپنی باتیں ختم کیں تو عمرو بن ہشام نے کہا جن انبیاء کے نام آپ نے گنائے ہیں ذرا ان کا حلیہ تو بیان کیجئے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰؑ تو میانہ قد سے متجاوز اور طویل القامت سے کم فراخ سینہ، سرخی مائل، سفید رنگ، اور گھنگھریالے بالوں والے تھے، یہ سمجھو کہ ان کے مشابہ عروہ بن مسعود ثقفی ہیں اور حضرت موسیٰؑ قوی الجثہ، گندمی رنگ اور لمبے قد والے تھے

یہ سمجھو کہ وہ شنوءہ کے افراد کے مشابہ ہیں کثیر بالوں والے۔ آنکھیں بیٹھی ہوئیں۔ دانتوں پر دانت چڑھے ہوئے۔ لب کسی قدر اٹھے ہوئے اور کسی قدر مسوڑھے ابھرے ہوئے تھے اور حضرت ابراہیمؑ کو یہ سمجھو کہ وہ میرے مشابہ ہیں۔

قریش نے حضور ﷺ کے بیان کو سن کر مسخرہ اڑایا مطعم نے کہا: تمھارا آج کا بیان اور گزشتہ کلام میں بڑا تضاد اور فرق ہے اور میں وثوق کیساتھ کہتا ہوں کہ آپ جھوٹے ہیں ہم تیز رفتار سرخ اونٹنیوں پر ایک ماہ تک سفر کر کے اس علاقے تک آتے اور جاتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ رات کے ایک تھوڑے حصے میں جا کر واپس بھی آ گئے۔ مطعم کا انکار سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: اے ابن عدی! تو نے حضور ﷺ کو محض اپنا بھتیجا یا ایک عالم عرب قریشی سمجھ کر جھٹلا دیا۔ خدا تجھ کو طبع سلیم دے میں محکم یقین کے ساتھ اعلان کرتا اور شہادت دیتا ہوں کہ نبی ﷺ سچے اور صادق ہیں۔ قریش نے پوچھا: اے محمد! بیت المقدس کی شناخت اور کچھ مخصوص علامات تو بیان کرو۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تورات کے کچھ تھوڑے ہی حصے میں گیا اور واپس آیا ہوں۔ معاً بحکم الٰہی جبرئیلؑ بیت المقدس کا نقشہ سامنے لے آئے حضور ﷺ اس کو دیکھ کر مشرکین قریش کو بتاتے رہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ ہر مرتبہ تائید و تصدیق کرتے رہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! آج سے اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام صدیق رکھ دیا۔ پھر قریش نے کہا: محمد! ہمارے قافلوں کے بارے میں بتاؤ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے فلاں قبیلہ کے قافلہ کو مقام روحاء میں پایا۔ انکا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے اور وہ اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ میں ان کے پڑاؤ تک گیا مگر پڑاؤ پر کوئی موجود نہ تھا۔ میں نے وہاں پر پانی کا پیالہ دیکھا اور اس کا پانی پی لیا اس کے بعد میں فلاں قبیلہ والوں کے پاس پہنچا اور ان۔ کے اونٹ مجھ سے ڈر کر بھاگے اور ان میں سرخ رنگ کا اونٹ بیٹھ گیا اور اس پر دھاریوں کی چادریں تھیں اب میں نہیں جانتا کہ اس اونٹ کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں یا نہیں۔ اس کے بعد میں فلاں لوگوں کے قافلے کے پاس پہنچا جو تنعیم میں ہے۔ ان کے آگے دھاری دار اونٹ ہیں یہ لوگ قریب ہی پہنچ گئے ہوں گے حتیٰ کہ وہ ثنیہ سے نظر آئیں گے۔ آپ ﷺ سے

ایسی صحیح اطلاع سن کر ولید بن مغیرہ نے کہا کہ ساحر ہے۔ اس کے بعد کچھ لوگ دیکھنے گئے اور انہوں نے بغیر کسی ادنیٰ فرق سے سب کچھ ویسا ہی پایا۔ جیسا آپ ﷺ نے فرمایا تھا مگر کج فہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے قول کی صداقت کو جادوئی کرشمہ قرار دیا اور اکثر لوگوں نے کہا ولید بن مغیرہ نے ٹھیک کہا یہ سب جادو کا معاملہ ہے (نعوذ باللہ) اس بارے میں ارشاد باریٔ تعالیٰ بھی یہی ہے کہ ''وَمَا جَعَلْنَا الرُّ وَیاالتی اریناکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاس '' جو نمائش ہم نے آپ کو دکھلائی اس کو لوگوں کے ایمان کی آزمائش کا ذریعہ ٹھہرایا۔

(الخصائص الکبری ۱/ ۲۴۲- ۲۴۴)

سند پر کلام

علامہ ذہبی تاریخ الاسلام ۱/۱۴۴ میں اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کی علت ابو ساوسی راوی ہے جو کہ ضعیف ہے۔ الاسراء والمعراج من تفسیر ابن کثیر /۸۸ یہ روایت ضعیف ہے۔ البتہ اسراء و معراج سے متعلق متعدد صحیح احادیث موجود ہیں۔

خدمت نبوی ﷺ میں اللہ رب العزت کا پیغام سلام

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور کہا اے محمد ﷺ اللہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے آگ کو اس صلب (پیٹھ) پر حرام ٹھہرایا جس نے تجھ کو اتارا ہے اور اسی طرح تجھے اٹھانے والے پیٹ کو اور تیری کفالت کرنے والی گود کو حرام کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے جبرائیل اس کی وضاحت کیجئے۔ تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا صلب سے مراد عبداللہ ہیں اور بطن آمنہ بنت وھب ہیں۔ اور گود عبدالمطلب اور فاطمہ بنت اسد ہیں۔

سند پر کلام

اس روایت کو علامہ سیوطی نے "اللآلی المصنوعۃ" ۱/۲۶۶، اور ابن عراق الکنانی نے "تنزیہ الشریعہ" ۱/ ۳۲۲ میں اور شوکانی نے "الفوائد" ۳۲۱ میں اور سیوطی نے "الحاوی" ۲/۲۲۴ میں اور ذہبی نے "تلخیص الاباطیل" ۶۴ میں اور ابن الجوزی نے "الموضوعات" ۱/ ۲۸۳ - ۲۸۴ کے اندر نقل کیا ہے۔ یہ حدیث موضوع ہے اس کے اندر ایک راوی ہے ابوالحسن یحییٰ بن حسین العلوی غالی رافضی ہے جو ابوالغنائم الترسی سے موضوع روایتیں لکھ کر بیان کرتا تھا خراسان کے بعض حفاظ نے کہا کہ ابوالحسن العلوی رافضی تھا۔ اس نے خلافت کا دعویٰ کر رکھا تھا اسی طرح یہ مذکورہ روایت متناً بھی موضوع ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا اس بات میں اختلاف نہیں کہ عبدالمطلب کفر کی حالت میں مرے اور رسول اللہ ﷺ کی اس وقت عمر آٹھ سال تھی اور عبداللہؓ کا انتقال اس وقت ہوا جب آپ رحم مادر میں تھے۔ اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کافر تھے اور آمنہؓ کا انتقال جب ہوا تو رسول اللہ ﷺ چھ سال کے تھے۔ اور فاطمہ بنت اسد اسلام لائیں اور بیعت کیا۔ یہ ان مذکورہ لوگوں میں سے نہ تھیں۔ (لسان المیزان ۶/ ۲۴۲) لہٰذا اس روایت کی سند اور متن دونوں متفقہ طور پر موضوع اور من گھڑت ہیں۔ اسلئے قابل التفات نہیں۔ لیکن خدمت نبویؐ میں اللہ ربّ العزت کا پیغامِ سلام بھیجنا ثابت ہے۔

خصائص نبوی ﷺ

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ سے کسی نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو کلام سے سرفراز کیا اور عیسیٰؑ کو روح القدس سے پیدا کیا اور ابراھیمؑ کو خلیل بنایا اور آدمؑ کو اصطفاء سے نوازا تو آپ کو کونسی فضلیت عطا کی گئی۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کا رب فرماتا ہے اگر میں نے ابراھیمؑ کو خلیل بنایا تو میں نے آپ کو اپنا حبیب بنایا اور اگر میں نے عیسیٰؑ کو روح القدس سے

پیدا کیا تو میں نے آپ ﷺ کے نام کو تمام مخلوق کے پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا اور آپ آسمان میں وہاں تک پہنچے کہ آپ ﷺ سے پہلے کوئی مخلوق وہاں نہ پہنچی اور نہ کوئی آپ کے بعد پہنچے گی اور اگر میں نے آدمؑ کو صفی کیا تو میں نے آپ ﷺ پر سلسلہ نبوت کو ختم کیا اور کوئی مخلوق ساری کائنات کی آپ سے زیادہ مکرم میں نے پیدا نہیں کی اور میں نے آپ ﷺ کو حوض کوثر، شفاعت، ناقہ، شمشیر، تاج، عصا، حج، عمرہ اور ماہ رمضان المبارک عطا فرمایا اور تمام شفاعت آپ کی ہی ہے حتیٰ کہ روز قیامت میرے عرش کا سایہ آپ پر دراز ہوگا اور حمد کا تاج آپ کے سر بندھا ہوگا اور آپ کا نام میں نے اپنے ساتھ ملایا تو جس جگہ بھی میرا ذکر کیا جائے میرے ساتھ آپ ﷺ کا ذکر ضرور ہوگا۔ اور میں نے دنیا کو اور اس کے رہنے والوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ میرے نزدیک جو آپ کی قدر و منزلت ہے سب اس کو پہچانیں اور اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔

سند پر کلام

امام ابن الجوزی نے اس کو "الموضوعات" ۱/ ۲۸۹ - ۲۹۰ میں روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث بلاشک موضوع ہے۔ اس کی سند میں بہت سے مجہول اور ضعیف راوی ہیں اور ابراھیم اور یحییٰ البصری دونوں متروک ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے کہا کہ ہم نے یحییٰ بصری کی حدیث جلا دی اور فلاس نے کہا کہ وہ کذاب ہے موضوع روایتوں کو بیان کرتا ہے اور امام دارقطنی نے متروک کہا ہے۔ القول الحکم ۲۸۴ . الخصائص ۲/ ۲۸۴ - ۲۸۳ ، اور امام ابن عساکر نے کہا اس کی سند نہایت واہی ہے۔

فائدہ: احادیث صحیحہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شفاعت کبریٰ، حوض کوثر اور دیگر بہت ساری خصوصیات آپ ﷺ کے ساتھ مختص ہیں۔

بول وبراز کا اعجاز

امام بیہقی نے بسند حسین بن علوان عن ہشام عن عروہ عن عائشہؓ کے حوالہ سے بیان کیا کہ رسول ﷺ جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے اور اس کے فوراً بعد ہی میں وہاں پہنچتی تو بجز پاکیزہ خوشبو کے کچھ نہ پاتی میں نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم واقف نہیں ہمارے اجسام کی نشو ونما جنتی ارواح پر ہوتی ہے اور جو چیز ہمارے جسموں سے خارج ہوتی ہے اسے زمین نگل جاتی ہے۔''

سند پر کلام

امام بیہقی اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ حدیث ابن علوان کی موضوعات میں سے ہے۔ الحسین بن علوان بن قدام ابوعلی کوفی کے بارے میں یحیٰ بن قیس کا کہنا ہے کہ وہ کذاب ہے اور امام نسائی ابوحاتم الرازی اور امام دارقطنی نے ''متروک الحدیث'' کہا ہے۔ ابن عدی نے کہا ہے کہ وہ حدیث گڑھتا تھا۔ اور امام احمد نے اس کی تکذیب کی ہے۔ **کتاب الضعفاء والمتروکین** ۱/۲۱۵ لابن الجوزی البغدادی بتحقیق عبداللہ القاضی۔

اور اسی طرح اس حدیث کی ایک اور سند ہے جس کو امام دارقطنی نے ''الافراد'' میں نقل کیا ہے۔ محمد بن سلیمان باہلی عن محمد بن حسان اموی عن عبیدہ بن سلیمان عن ہشام بن عروہ اور ان سے ان کے والد اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے آپ کو بیت الخلاء جاتے دیکھا پھر آپ کے بعد میں گئی تو میں نے خارج ہونے والی چیز کا کوئی نشان تک نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عائشہؓ! تم نہیں جانتیں۔ اللہ نے زمین کو حکم دیا ہے کہ انبیاء کرام سے جو فضلہ خارج ہو وہ اسے کھا جائے۔ (الخصائص الکبریٰ ۱/ ۱۷۴)

الغرض امام سیوطی نے بول وبراز کے واقعہ کو کم از کم چھ سندوں سے بیان کیا ہے۔ لیکن ساری سندیں متکلم فیہ ہیں۔ اور ان کی مجموعی تعداد حسن لغیرہ کے درجہ تک نہیں پہنچتی۔

کیونکہ بعض سند یا تو مرسل ہے یا اس کا کوئی راوی کذاب ووضاع ہے۔ لہٰذا اس طرح کی روایتوں سے آپ ﷺ کے بول وبراز کا اعجاز ثابت کرنا درست نہیں۔

ایک یہودی کا نبی ﷺ سے سوال

ایک یہودی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے محمدؐ! آپ ہمیں ان ستاروں کے نام بتلایئے جن کو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپ ﷺ خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور آپ کو اس کی خبر دی تو آپ ﷺ نے اس یہودی کو بلا بھیجا اور اس سے کہا اگر میں تم کو ان کے اسماء کے بارے میں خبر دیدوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ اس نے کہا: آپ ﷺ مجھے بتایئے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ حدثان، طارق، زبال، ذوکنفات، ذوفرع، وثاب، عمودان، قابس، صروح، مصبح، فیلق، ضیاء، نور۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہی ہیں جن کو حضرت یوسفؑ نے آسمان کے افق میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا اور جب اپنے والد سے اس کو بیان کیا تو وہ سمجھ گئے کہ میرا یہ بیٹا نبی ہوگا۔ تب یہودی نے جواب دیا کہ باخدا یہی نام تھے ان سجدہ کرنے والے ستاروں کے۔

سند پر کلام

اس واقعہ کو علامہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب **الموضوعات** ۱۴۶/۱ کے اندر ذکر کیا ہے اور مزید فرمایا کہ اس کے اندر ایک جماعت ہے جس سے احتجاج درست نہیں۔ اس کے اندر دو علتیں ہیں۔ ایک حکم بن ظہیر جس کو امام نسائی نے ''متروک الحدیث'' کہا ہے اور امام ابوحاتم ابن حبان نے کہا کہ وہ ثقات سے موضوع روایتیں بیان کرتا ہے اور یحیٰ بن معین نے ''لیس بشئی'' (کچھ نہیں ہے) کہا ہے اس کے بارے میں مزید واقفیت کیلئے ملاحظہ ہو۔ **الصغیر ص ۱۳۱/ الکبیر ۳۴۵/۲ المجروحین ۲۵۰/۱، کتاب الجرح والتعدیل ۱۱۸/۳، الکاشف ۱۸۲/۱، المغنی ۱۸۳/۱، المیزان ۵۷۱/۱، التقریب ۱۹۱/۱، تہذیب التہذیب ۴۲۷/۱، لسان المیزان ۲۰۱/۷، کتاب الضعفاء**

والمتروکین ۸۱ ، خلاصہ تذھیب تھذیب الکمال ۸۹ .

دوسری علت محمد بن مروان کوفی سدی ہے جس کے بارے میں ابن نمیر نے ''کذاب'' کہا ہے۔امام نسائی اور ابو حاتم رازی نے ''متروک'' کہا ہے۔امام بخاری نے فرمایا کہ اس کی حدیث لکھی نہ جائے گی۔ابن حبان نے کہا کہ اس کی حدیث کی کوئی اصلیت نہیں۔ابوعلی صالح بن محمد نے کہا کہ وہ حدیث گھڑتا ہے۔اس کے بارے میں مزید واقفیت کیلئے درج ذِیل کتابیں ملاحظہ ہوں،الصغیر ص ۱۰۵ ، الکبیر ۱/۲۳۲ ، المجروحین ۲/۲۸۶ ، الجرح والتعدیل ۸/۸۶ ، المغنی ۲/۹۳۱ ، المیزان ۴/۲۳، التقریب ۲/۲۰۷ ، تھذیب التھذیب ۹/۴۳۶ ، لسان المیزان ۳۷۵ ، خلاصہ تذھیب تھذیب الکمال ۳۵۸.

اَنَا ابُن الُذبِیُحَیُنُ (میں دو ذبیح کا بیٹا ہوں)

حضرت معاویہؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھے کہ ایک دیہاتی نے آکر کہا: یارسول اللہ ﷺ سرسبزی ناپید، پانی خشک، اہل وعیال تباہ اور مال ضائع ہو چکے ہیں۔اے دو ذبیحوں کے فرزند! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے مجھے بھی دیجئے۔'' اس بات کو سن کر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور کوئی ناگواری کا اظہار اور اعتراض نہ فرمایا۔لوگوں نے حضرت معاویہؓ سے پوچھا: اے امیر المومنین وہ دو ذبیح کون سے ہیں۔تو انھوں نے فرمایا: جناب عبدالمطّلب کو جب زم زم کھودنے کا حکم دیا گیا تو انھوں نے نذر مانی کہ اگر یہ کام مجھ پر آسان ہو گیا تو اپنے بیٹوں میں سے کسی ایک کی قربانی دوں گا۔

پھر وہ اس کی کھدائی سے فارغ ہوئے تو فرزندوں کے درمیان قرعہ اندازی کی اور جناب عبداللہ کے نام قرعہ نکل آیا۔اب انھوں نے ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو ان کی ممانیاں جو بنی مخزوم سے تھیں مانع ہوئیں اور زور دیا کہ اپنے بیٹے کے عوض فدیہ دیکر اپنے خدا کو راضی کرو تو انھوں نے سو اونٹوں کی قربانی دی۔امیر معاویہؓ نے کہا یہ ایک ذبیح ہوا اور دوسرا ذبیح حضرت سیّدنا اسمٰعیلؑ ہیں۔

سند پر کلام

امام حاکم نے مستدرک ۲/۵۵۹ میں اس کو ذکر کیا ہے اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔لیکن امام ذہبی نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ اس کی سند واہی ہے۔اور ابن جریر نے اس کو اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے اور انہی کے طریق سے ابن کثیر نے بھی نقل کیا ہے اور اس کو ضعیف گردانا ہے اور اسی طرح امام قرطبی نے الجامع لاحکامُ القرآن ۱۵/ ۱۱۳ میں اور امام سیوطی نے ''القول الفصیح فی یقین الذبیح '' میں اس کو ضعیف کہا ہے اور زرقانی نے ''مختصر المقاصد الحسنة '' میں اس کی وضاحت کی ہے اور عجلونی نے ''کشف النخفا '' میں زیلعی اور عسقلانی سے نقل کیا ہے۔اور دونوں نے الکشاف کی تخریج میں کہا کہ ہم اس کو اس لفظ کے ساتھ نہ پا سکے اور کچھ لوگوں کو وہم ہو گیا کہ امام زرقانی نے اس کو حسن قرار دیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ انھوں نے ''الذبیح اسحاق '' کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی سند میں مبارک بن فضالہ ہیں اور وہ متفقہ طور پر ضعیف ہیں اور امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر ۴/۱۴ میں ذکر کیا ہے کہ اس کی سند میں دو ضعیف راوی ہیں ایک الحسن بن دینار متروک ہے اور دوسرا راوی علی بن زَید بن جدعان منکر الحدیث ہے۔

(القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد خیر الرسل ۲۶۳ - ۲۶۲)

قاصدِ رسول اللہ ﷺ

ابوعون ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے حارث بن عمر کو حضرت معاذ بن جبل کے حمص کے ساتھیوں کے حوالہ سے بیان کرتے سنا کہ جب نبی ﷺ نے معاذ کو یمن بھیجا تو فرمایا اگر تمہارے پاس کوئی مسئلہ آیا تو تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ تو انھوں نے کہا کہ'' قرآن سے۔'' آپ ﷺ نے پوچھا: اگر تم اس مسئلے کو قرآن میں نہ پاؤ تب۔معاذؓ نے جواب دیا: ''پھر سنت رسولؐ سے فیصلہ کرونگا۔'' آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ''اگر تم اسے سنت میں بھی نہ پاؤ تو؟'' معاذؓ نے جواب دیا: ''میں اپنی رائے سے اجتھاد کروں گا اور کوتاہی نہ کرونگا۔'' تو نبی ﷺ

نے اپنا ہاتھ معاذؓ کے سینہ پر مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول کے پیغامبر کو اس چیز کی توفیق دی۔ جسے رسول پسند کرتے ہیں۔

سند پر کلام

یہ حدیث منکر ہے۔ ابن سعد نے الطبقات ۲/۳۴۷-۵۸۴ میں اور امام احمد نے ۵/۲۳۶-۲۴۲ اور الترمذی نے ۲/۲۵۷ میں اور عقیلی نے الضعفاء ۷۶-۷۷ میں اور ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم ۲/۵۵ میں اور ابن حزم نے الاحکام ۲/۲۶-۲۵ میں بیان کیا ہے اور امام بخاری نے اپنی کتاب التاریخ ۲/۱/۲۷۷-۲۵۷ میں کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ مرسل طریق سے مروی ہے اور امام دارقطنی نے علل ۲/۱۴۸، اور ابن الجوزی نے امام بیہقی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے گرچہ اکثر و بیشتر فقہاء اس کو اپنی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں۔ اس کے اندر ایک راوی حارث بن عمر ہے جو مجہول ہے اور اسی طرح اصحاب معاذ بن جبل بن اہل حمص معروف نہیں ہیں۔ ان مذکورہ علتوں کی وجہ سے یہ روایت درست نہیں ہے اسلئے اس کو بیان کرنے سے احتراز ہر مومن کا شیوہ ہونا چاہیے۔ (بعض اہل علم نے اس حدیث کے معنی پر بھی کلام کیا ہے بایں طور کہ اس میں بظاہر قرآن اور حدیث کو دین کے بارے میں الگ الگ کیا گیا ہے اور بہت سے لوگ دونوں کو الگ الگ مانتے بھی ہیں حالانکہ یہ درست نہیں بلکہ قرآن اور سنت دینی احکام کیلئے یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ دونوں ایکدوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔" ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض"

حضور ﷺ کا لاٹھی پر ٹیک لگانا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ لاٹھی پر ٹیک لگانا انبیاء کی سنت ہے۔ نبی ﷺ کے پاس ایک لاٹھی تھی جس پر آپ ٹیک لگاتے اور ہمیں بھی اس پر ٹیک لگانے کا حکم دیتے تھے۔

سند پر کلام

یہ موضوع روایت ہے اس کو ابو الشیخ نے " اخلاق النبی " ص ۲۵۹ میں اور ابن عدی نے "کامل" ۱/۳۳۰ کے اندر عثمان بن عبدالرحمٰن کے طریق سے معلّٰی بن ہلال سے اور وہ لیث سے اور وہ مجاہد سے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ ابن عدی نے اس کو معلّٰی کے ترجمہ (حالات زندگی) میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ وہ وضاعین کی فہرست میں آتا ہے اور عثمان بن عبدالرحمن الطرائفی صدوق ہیں ان کی اکثر و بیشتر روایتیں ضعفاء اور مجاہیل سے ہوتی ہیں اسی سبب سے اس کو ضعیف گردانا گیا ہے اور ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔ کما فی التقریب . سلسلة الاحادیث الضعیفه والموضوعة ۲/۳۱۶ معلی بن هلال الکوفی کے حالات سے مزید واقفیت کیلئے ملاحظہ ہو۔ المجروحین ۳/۱۶، کتاب الجرح والتعدیل ۸/۲۳۱ الکاشف ۳/۱۴۵، المیزان ۴/۱۵۲، التقریب ۲/۲۶۶، تهذیب التهذیب ۱۰/۳۴۰، لسان المیزان ۷/۳۹۴، خلاصة تذهیب تهذیب الکمال ۳۸۴ .

حضرت محمد ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو شرف کلام سے نوازا اور مجھے رؤیت سے نوازا مزید مجھے مقام محمود اور حوض کوثر سے فضیلت بخشی۔

سند پر کلام

اس روایت کو ابن الجوزی نے الموضوعات ۱/۲۹۰ میں اور سیوطی نے اللآلی المصنوعة ۱/۲۷۲ میں اور کنانی نے تنزیه الشریعه المرفوعه ۱/۳۲۵ کے اندر بیان کیا ہے۔ لیکن اس کے اندر ایک راوی محمد بن یونس الکدیمی ہے۔ جس کے بارے میں ابن حبان نے کہا کہ اس نے ایک ہزار سے زائد حدیثیں گڑھی ہیں۔ ابن حجر نے محمد بن

یونس بن موسیٰ الکدیمی کے بارے میں کہا محاملی، ابن سماک، شافعی، قطیعی نے اس کے سلسلے میں کلام کیا ہے۔لسان المیزان ۷/ ۳۸۰ اور امام دارقطنی نے کہا کہ وہ ضعیف ہے۔ابن عدی نے " وضع حدیث " سے متھم کیا ہے۔ازدی نے " متروک الحدیث " کہا ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ وہ حدیث گھڑتا تھا۔ کتاب الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی البغدادی ۳/ ۱۰۹.

فائدہ: نبی ﷺ کا سیّد الانبیاء اور افضل البشر ہونا نصوص صحیحہ سے ثابت ہے جس کیلئے مذکورہ متکلم فیہ روایت کی چنداں ضرورت نہیں۔

عاتکہ کا خواب

ابن اسحاق نے کہا مجھے ایسے شخص نے جسے میں جھوٹا نہیں سمجھتا عکرمہ سے انھوں نے ابن عباس کی روایت اور یزید بن رومانی نے عروہ بن الزبیر کی روایت سے حدیث سنائی۔عاتکہ بنت عبدالمطّلب نے ضمضم کے مکہ آنے سے تین دن پہلے ایک ایسا خواب دیکھا جس نے انہیں پریشان کردیا تو عاتکہ نے اپنے بھائی عباس بن عبدالمطّلب کو بلوا بھیجا اور ان سے کہا: بھائی جان ! واللہ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے جس نے مجھے پریشان کردیا۔ مجھے خوف ہے کہ آپ کی قوم پر اس کے سبب سے کوئی برائی اور مصیبت آئے۔اسلئے جو کچھ میں آپ سے بیان کروں اسے مخفی رکھیے۔انھوں نے عاتکہ سے کہا: تونے کیا دیکھا ہے؟ اس نے کہا: میں نے ایک سوار دیکھا جو اپنے اونٹ پر آیا اور وادی بطحاء میں کھڑا ہوگیا۔ پھر نہایت بلند آواز سے چلایا :سنو اے بے وفاؤ! اپنے پچھڑنے کی جگھوں کی طرف تین دن کے اندر جنگ کیلئے نکل چلو میں نے دیکھا کہ لوگ اس کے پاس جمع ہوگئے۔پھر وہ شخص مسجد میں داخل ہوا اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے چلے جارہے تھے۔اونٹ اسے لئے خانۂ کعبہ کے اوپر نمودار ہوا۔وہ پھر اسی طرح چلایا سنو اے غدارو: اپنے پچھڑنے کے مقام کی جانب تین دن کے اندر جنگ کیلئے نکل چلو۔ پھر اونٹ اسے لیے ہوئے ابوقبیس پر نمودار ہوا اور پھر وہ اسی طرح چلایا۔پھر اس نے ایک چٹان لی اور

اسے لڑھکا دیا۔وہ لڑھکتی ہوئی پہاڑ کے دامن میں پہنچی تو ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔مکہ کے گھروں میں سے کوئی گھر اور احاطہ باقی نہ رہا جس میں اس چٹان کا کوئی نہ کوئی ٹکڑا نہ گیا ہو۔حضرت عباسؓ نے کہا: واللہ یہ تو ایک اہم خواب ہے۔مگر دیکھ تو اسے چھپا اور کسی سے بیان نہ کر۔پھر حضرت عباسؓ نکلے تو واپس عتبہ سے جوان کا دوست تھا یہ خواب بیان کیا اور پوشیدہ رکھنے کیلئے بھی کہا۔ولید نے اسے اپنے باپ عتبہ سے کہا اور یہ بات مکہ میں یہاں تک پھیل گئی کہ قریش میں جابجا اسی کا چرچا ہونے لگا۔حضرت عباسؓ نے کہا جب میں سویرے بیت اللہ طواف کے لئے نکلا تو ابوجہل ابن ہشام قریش کے ایک مجمع میں بیٹھا تھا اور سب کے سب عاتکہ کے خواب کے متعلق بات چیت کررہے تھے۔جب ابوجہل نے دیکھا تو کہا اے ابوالفضل طواف سے فارغ ہوکر ہمارے پاس آنا۔ میں فارغ ہوا تو ان کے ساتھ جاکر بیٹھ گیا۔ابوجہل نے مجھ سے کہا: اے نبی ﷺ عبد المطلب ! کیا تمہیں یہ بات کافی نہ تھی کہ تم میں سے مرد نبوت کا دعویٰ کرنے لگیں۔اب تمہاری عورتیں بھی نبوت کا دعویٰ کرنے لگیں۔عاتکہ نے تو دعویٰ کیا کہ تین روز کے اندر جنگ کی غرض سے نکل جانے کیلئے اس سے کہا گیا ہے۔ہم بھی ان تین دنوں میں انتظار کریں گے۔جو وہ کہہ رہی ہے سچ تو وہی ہوگا۔اگر تین روز گزر گئے اور یہ بات سچ نہ نکلی تو ہم تمہارے متعلق ایک نوشتہ لکھ دینگے کہ تم لوگ حرم والوں میں سب سے زیادہ جھوٹے خاندان کے ہو۔عباسؓ نے کہا میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔بجز اس کے کہ میں نے اس خواب کا انکار کیا اور کہا کہ عاتکہ نے کچھ نہیں دیکھا۔پھر ہم ایک دوسرے سے الگ ہوگئے اور جب شام ہوئی تو بنی عبدالمطّلب میں سے کوئی عورت باقی نہ رہی۔جس نے میرے پاس آکر نہ کہا ہو۔کیا تم نے گوارہ کرلیا کہ وہ بدکار خبیث تمہارے مردوں پر نکتہ چینی کرتے کرتے عورتوں تک پہونچ جائے تم سنتے رہے اور جو کچھ سنا اس سے تمہیں کچھ بھی غیرت نہ آئی۔ میں نے کہا واللہ میں نے اسے کوئی تفصیلی جواب نہیں دیا۔اللہ کی قسم میں اس سے تعارض کروں گا۔اگر اس نے دوبارہ اس قسم کی باتیں کی تو ضرور میں تمہاری طرف سے اس کا تدارک کرونگا۔

عاتکہ کے خواب کے تیسرے دن جب صبح ہوئی تو میں غصے سے بے خود تھا اور یہ

سوچ رہا تھا کہ میں نے ایک اچھا موقع کھودیا۔ میری خواہش تھی کہ میں اس میں اسے پھانستا پھر میں مسجد میں گیا تو اسے اس حالت میں دیکھا میں اس کی جانب جارہا ہوں اور اس کی راہ میں حائل ہوں۔ تاکہ وہ دوبارہ ان باتوں میں جو اس نے پہلے کہی تھی کوئی بات کہے اور میں اس سے بھڑ جاؤں وہ دبلا پتلا، تیز مزاج، تیز نظر تھا۔ یکا یک تیز چلتا ہوا مسجد کے دروازے کی جانب نکل گیا۔ میں نے دل میں کہا۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو کیا یہ تمام حرکات اسی خوف سے نہیں کہ میں اسے ڈانٹ سناؤں گا۔ اس نے اچانک ایک ایسی بات سنی جو میں نے نہیں سنی یعنی ضمضم بن عمرو الغفاری کی آواز سنی جو بطن وادی میں اپنا اونٹ ٹھہرائے ہوئے چیخ رہا تھا۔ اونٹ کی ناک کاٹ دی تھی۔ کجاوہ الٹ دیا تھا۔ کرتا پھاڑ لیا تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔ اے گروہ قریش! محمد ﷺ اور اس کے ساتھی گھات میں بیٹھے ہیں۔ اپنا مال بچاؤ جو ابوسفیان کے ساتھ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم اسے پاسکو گے۔ فریاد! فریاد! اس پکار نے مجھے ابوجہل سے اور ابوجہل کو مجھ سے اپنی جانب پھیر لیا۔ لوگوں نے پھرتی سے تیاری کیا اور کہنے لگے کیا محمد ﷺ اور اس کے ساتھی اس قافلے کو بھی ابن الحضرمی کے قافلے کی طرح سمجھ رہے ہیں؟ واللہ ان پر بہت جلد واضح ہوجائے گا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ اب ان لوگوں کی دو ٹولیاں ہوگئیں کچھ تو نکل کھڑے ہوئے اور کچھ اپنے بجائے کسی اور شخص کو جانے کیلئے ابھارنے لگے۔ قریش سب کے سب اسی چکر میں آگئے اور ان کے سربرآوردہ لوگوں میں کوئی باقی نہ رہا۔ بجز ابولہب کے جو رہ گیا تھا اور اپنے بجائے عاص بن ہشام بن مغیرہ کو روانہ کردیا تھا۔ اس سے پہلے چار ہزار درہم کا جو اس کے اوپر قرض تھے۔ تقاضا کرچکا تھا اور وہ ان درہموں سے خالی ہاتھ اور مفلس ہوچکا تھا۔ لہٰذا اس نے رقم کے عوض میں اسے اس کام پر مقرر کردیا اور وہ اس کی جگہ چلا گیا۔

سند پر کلام

یہ واقعہ سیرت ابن ہشام ۲/۲۴۵-۲۴۷ مغازی الواقدی ۱/۲۸/۳۳ المستدرک ۳/ ۱۹-۲۰ دلائل النبوة للبیہقی ۳/ ۲۹ کے اندر منقول ہے۔

لیکن یہ ضعیف ہے اس کی علت حسین بن عبداللہ بن عباس الہاشمی المدنی ہے۔ امام ذہبی نے ان کے بارے میں کہا کہ وہ ضعیف ہیں اور علی بن مدینی نے فرمایا کہ میں نے ان کی مروی حدیثوں کو ترک کردیا ہے اور امام نسائی نے متروک کہا ہے۔ مزید حالات کیلئے ملاحظہ ہو۔ الضعفاء الکبیر ۱/ ۲۴۵، المجروحین ۱/ ۲۴۲، المیزان ۱/ ۵۳۷، الصغیر ص ۳۲، کتاب الجرح والتعدیل ۳/ ۵۷، الکاشف ۱/ ۱۷۰، المغنی ۱/ ۱۷۲، التقریب ۱/ ۱۷۶، تہذیب التہذیب ۲/ ۳۴۱، لسان المیزان ۱/ ۱۹۸

نبی ﷺ کی جن سے ملاقات

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ہم تہامہ کی ایک پہاڑی پر نبی ﷺ کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک ضعیف شخص ہاتھ میں عصا لیے ہوئے آیا اور رسول ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے جواب دیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے پوچھا کہ تمہاری تعریف؟ بوڑھے نے مؤدبانہ انداز میں عرض کیا میں ہامہ بن ہیم بن قیس بن ابلیس ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اور ابلیس میں صرف دو پشتوں کا فرق ہے۔ اے ہامہ! تم کتنے عرصہ سے اس عالم فانی میں بس رہے ہو؟ ہامہ نے عرض کیا: حضور یہ پوری عمر بسر کرچکا ہوں۔ بس اب کوچ کا وقت نزدیک ہے۔ جب آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا میں بچہ تھا۔ میں اس زمانے میں فساد برپا کراتا تھا اور قطع رحمی کی ترغیب دیتا تھا۔ ٹیلوں پر چڑھ جاتا لوگوں کا کھانا خراب کرتا تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا جو بوڑھا ایسی باتیں کرچکا ہے وہ کتنا برا ہے اور جو نوجوان ایسی باتوں پر عمل کرتا ہے۔ وہ کتنا برا ہے۔ بوڑھے نے کہا اے معصیت پوش وخطا بخش خدا کے رسول ﷺ درگذر کا رویہ اختیار فرمایئے اور ملامت نہ کیجئے میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور ندامت کے ساتھ توبہ کرچکا ہوں۔ نوحؑ پر جو لوگ ایمان لائے تھے میں ان کے ساتھ مسجد نوح میں حاضر ہوتا تھا اور میں نے نافرمان اور سرکش کافروں پر بددعا کرنے سے انکو روکنا

چاھا تھا، میں ہمیشہ اپنی قوم کے حق میں ان کو بددعا کرنے پر ملامت کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ خود بھی روتے اور مجھے بھی رُلاتے اور فرماتے یقیناً میں اس پر ندامت کرنے والوں میں سے ھوں اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ھوں کہ وہ مجھے نادانوں میں سے کرے، میں نے عرض کیا اے نوح میں نیک بخت ابن آدم شہید کے خون میں شریک تھا تو کیا آپ ﷺ اپنے رَب کے حضور میری مغفرت میں کوشش فرمائیں گے؟ انہوں نے جواب دیا اے ھامہ! تم نیکی کا ارادہ کرو اور نیکی کرتے رھو اور یہ حسرت وندامت دل سے ھو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو علم مجھے ودیعت کی ہے اس کے ذریعہ یہ جانتا ہوں کہ جس بندے نے ارتکاب گناہ کے بعد صدق دل سے توبہ کرلی ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ھے۔ تو اب اٹھ اور وضو کر کے دوگانہ پڑھ۔ میں نے اسی وقت اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھی پھر سیّدنا نوح علیہ السلام نے مجھے آواز دی ۔اے خوش قسمت ھامہ! سجدے سے سر اٹھا۔ آسمان سے تیری توبہ کی قبولیت آگئی ہے۔ پھر میں مسلسل ایک سال تک اللہ کے حضور سجدہ شکر میں پڑا رھا۔ میں سیّدنا ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان کی مسجد میں ان کی امت کے ایمان داروں کے ساتھ رہا اور ان کو اکثر کافروں اور منکروں پر بددعا کرنے کا مشورہ دیتا رھا اور پھر ایسا ھوتا رھا کہ اس عہد کے سرکشوں کی زیادتیوں پر وہ بھی غم زدہ ھوتے اور مجھے بھی کرتے، میں سیّدنا حضرت یوسف علیہ السلام کیساتھ مکان امین میں تھا اور میں نے الیاسؑ سے جنگلوں میں ملاقات کی اور اب بھی میں ان سے ملاقات کرتا ھوں۔ میں نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات کی اور آپ نے مجھے تورات مقدس سکھائی ھے اور فرمایا: اگر میرے بعد آنے والے رسول سیّدنا عیسیٰ ابن مریمؑ سے ملو تو ان کو میرا سلام پہنچانا اور سیّدنا حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تھا کہ اگر سیّدنا حضرت محمد ﷺ سے شرف نیاز حاصل ھو تو میری طرف سے سلام اخلاص پہنچانا۔ راوی کا بیان ھے کہ اس تہنیت وسلام کے پیغام کو سنتے وقت حضور ﷺ کی آنکھیں بھیگنی شروع ھوئیں اور پیغام کے آخری الفاظ سنتے وقت آنکھیں اشک بار ھوگئیں۔ اور اسی حالت میں آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا۔ جواب کے الفاظ یہ تھے۔ جب تک دنیا کا قیام وبقاء ہے۔ برادرم سیّدنا حضرت

عیسیٰؑ پر سلام ھو، اے ھامہ! پھر فرمایا حق امانت ادا کرنے پر تم پر بھی سلام ھو اس کے بعد ھامہ نے عرض کیا اے اللہ کے آخری رسول ﷺ! میں اب تک موسوی شریعتِ پر عمل کرتا رھا ھوں جس کی تعلیم بذریعہ توریت مجھ کو صاحبِ توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔

حضور ﷺ اس کے جواب میں ہامہ کو سورۃ واقعہ-والمرسلات، عم یتساءلون، واذالشمس کورت، معوذتین اور اخلاص کی تعلیم دی اور فرمایا ھامہ تم کو جب کوئی حاجت پیش آئے بلا تکلف میرے پاس آجانا اور مجھ سے ملاقات اور رابطہ قائم رکھنا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آنخضرت ﷺ کی وفات کے بعد ھامہ کی کوئی خیر معلوم نہ ھوئی اس لئے میں نہیں جانتا کہ وہ ہنوز زندہ ھیں یا وفات پا چکے؟

سند پر کلام

یہ روایت مذکورہ موضوع ہے۔ اس کی علت اسحاق بن بشر الکاہلی ہے جو نہایت ہی کذاب اور وضاع ہے اور دوسرا راوی ابو مسلمہ جو ثقات سے ایسی حدیثیں بیان کرتا ہے جو ان کی نہیں ھوتی ھیں۔ الخضر و آثارہ بین الحقیقۃ والخرافۃ احمد بن عبدالعزیز الحصین ٥٦-٥٧

اور امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ ٢/١٣١ میں جو سند نقل کیا ھے اس کے اندر ایک راوی ابو معشر مدنی۔ (نجیح بن عبدالرحمن السندی المدنی) ہیں۔ جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا کہ وہ ضعیف ھیں۔ عمر زیادہ ھونے کی وجہ سے اختلاط کے شکار ہو گئے تھے۔

آنخضور ﷺ کی حضرت الیاسؑ سے ملاقات

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا اور ایک جگہ فروکش ہوئے وہاں ایک وادی تھی جس کے اندر ایک شخص تھا جو تین سو ہاتھ لمبا تھا۔ اس نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میں انس بن مالک

رسول کا خادم ہوں۔اس کے بعد انھوں نے کہا کہ رسول کہاں ہیں؟ تو جواب دیا کہ وہ اس وقت آپ کی بات سن رہے ہیں۔اس کے بعد انھوں نے کہا کہ ان کو میرا اسلام کہیے گا۔اور مزید یہ بھی کہیے گا کہ آپ کا بھائی (حضرت) الیاسؑ نے آپ کو سلام بھیجا ہے تو میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اس بات کی خبر دی کہ وہ کچھ ہی لمحہ بعد خود تشریف لائے اور ملاقات کی اور آپ ﷺ نے ان سے معانقہ کیا پھر آپ ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کرنے لگے اور بات ہی کے دوران حضرت الیاسؑ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں صرف سال میں ایک دن کھاتا ہوں اور آج میرے کھانے کا دن ہے اور آپ میرے ساتھ کھائیں۔پھر آسمان سے ایک دستر خوان کا نزول ہوا جس کے اندر روٹی، مچھلی اور کچھ سبزیاں تھیں۔آپ اور حضرت الیاسؑ نے تناول فرمایا اور مجھ کو بھی کھلایا اور کھانے سے فراغت کے بعد عصر کی نماز ادا کی اس کے بعد آپ نے ان کو الوداع کیا اور میں نے دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف بادل میں چلے گئے۔

سند پر کلام

اس واقعہ کو امام حاکم نے مستدرک ۲/ ۶۱۷ میں بطریق ابی العباس احمد بن سعید المعدانی عن عبداللہ بن محمود عن عبدان بن یسار عن احمد بن عبداللہ البرقی عن یزید بن یزید البلوی عن ابی اسحق الفزاری عن الاوزاعی عن مکحول عن انس نقل کیا ہے۔اور علامہ ابن کثیر نے قصص الانبیاء ۲/۲۴۳ میں اس کو ذکر کیا ھے اور اس کو ضعیف گردانا ہے اور علامہ سیوطی نے الخصائص الکبریٰ ۲/ ۱۰۹ میں نقل کر کے اس کو ضعیف بتلایا ہے اور علامہ علاؤ الدین الہندی نے کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال ۱۷/ ۱۲/ ۱۹، کے اندر ابن عساکر کے حوالہ سے واثلہ بن الاسقع سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگوں نے رسول ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شرکت کی پھر پوری حدیث کو نقل کیا ہے، اور اخیر میں ابن عساکر کا یہ قول ذکر کیا ہے ''ھذا منکر ولیس بالقوی'' یہ حدیث منکر ہے اور سند قوی نہیں ہے۔لیکن امام حاکم نے مستدرک کے اندر اس کی تصحیح کی ھے اور اس پر صحت کا حکم لگایا ہے۔امام ذہبی امام حاکم کا

تعاقب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے اور المیزان ۴/ ۴۴۰ کے اندر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تمام سندوں میں یزید بن یزید البلوی ابو اسحق الفزاری سے باطل حدیثیں بیان کرتا ہے۔

الغرض اس واقعہ کی تمام سندوں پر نظر ڈالنے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ مذکورہ روایت موضوع اور باطل ہے۔

نبی ﷺ کی بددعاء کا اثر

ابونعیم نے بطریق عبدالملک بن ہارون بن عنترہ ان کے والد سے انھوں نے ان کے دادا سے انھوں نے ابوثروان سے روایت کی ہے کہ وہ بنی عمرو بن تمیم کے اونٹوں کے چرواہے تھے۔رسول ﷺ قریش سے بچ کر اونٹوں کے مزبلہ میں تشریف لائے ابوثروان نے حضور ﷺ کو دیکھ کر کہا آپ کون ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ایک شخص ہوں تمہارے اونٹوں میں آرام لینے آیا ہوں۔اس نے کہا کیا آپ وہی شخص ہیں جس کے بارے میں لوگ یقین رکھتے ہیں وہ نبی ہوکر ظاہر ہوئے ہیں فرمایا: ھاں۔اس نے کہا چلے جایئے جن اونٹوں میں آپ ہوں گے ان میں اصلاح نہ ہوگی۔اس پر رسول ﷺ نے بددعا فرمائی اور فرمایا: ''اللّٰھُمَّ أطل شقائهُ وَبَقائهُ'' اے اللہ اس کی شقاوت اور اسکی زندگی دراز کردے۔ہارون نے کہا کہ میں نے ابوثروان کو بہت بوڑھا پایا ہے وہ موت کی تمنا کرتا تھا۔لوگوں نے اس سے کہا ہم تجھے نہیں دیکھتے مگر یہ کہ تجھے رسول ﷺ کی بددعا نے ہلاک کیا ہے۔اس نے کہا ہرگز یہ بات نہیں ہے۔میں ظہور اسلام کے بہت عرصہ بعد حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور میں نے اسلام قبول کیا ہے اور حضور ﷺ نے میرے لیے دعا اور استغفار فرمائی ھے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی پہلی دعا سبقت کرگئی ہے۔(الخصائص الکبریٰ ۲/ ۳۷۰)

سند پر کلام

علامہ سیوطی نے ''الخصائص'' کے اندر ابونعیم اصفہانی نے ''دلائل النبوۃ''

کے اندر اس واقعہ کو ذکر کیا ہے لیکن یہ روایت درست نہیں ہے۔ اس کی علت اس کے اندر ایک راوی عبد الملک بن ہارون بن عنترہ متروک الحدیث ہے جس کو امام احمد بن حنبل نے ضعیف کہا ہے اور ابو حاتم نے ''متروک الحدیث'' کہا ہے اور ابن حبان نے وضاعین میں سے شمار کیا ہے اور امام بخاری نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔ اس کے بارے میں ملاحظہ ہو۔ الصغیر ص ۳۷ ، الکبیر ۵/۴۳۶ ، المجروحین ۲/۱۳۳ ، کتاب الجرح والتعدیل ۵/۳۷۴ ، المغنی ۲/۴۰۹ ، المیزان ۲/۶۶۶ ، لسان المیزان ۷/۴ ، کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۶۶

فائدہ: یہ مذکورہ روایت گرچہ درست نہیں تاہم آپ ﷺ کی بد دعاؤں کی تاثیر صحیح احادیث کی روشنی میں مسلم ہے۔

دعائے نبوی ﷺ کی تاثیر

بیہقی وابو نعیم نے بطریق یعلی بن اشدق روایت کی انھوں نے کہا کہ میں نے اس نابغہ سے سنا ہے جو بنی جعدہ کا نابغہ تھا وہ کہتا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا شعر سنایا تو حضور ﷺ نے فرمایا تم نے اچھا شعر کہا ہے۔ ''لا یفضض اللہ فاک'' اللہ تمہارے منہ کو بے رونق نہ کرے تو میں نے اس نابغہ کو دیکھا ہے وہ ایک سو سال سے زیادہ کی عمر کا تھا۔ مگر اس کا ایک دانت بھی گرا نہ تھا۔ اس کے بعد بیہقی نے نابغہؓ سے ایک سند کے ساتھ روایت کی ہے اس میں ہے کہ نابغہ دانتوں میں احسن الناس تھا جب اس کا کوئی دانت گرتا تو دوسرا دانت اس کی جگہ نمودار ہو جاتا تھا۔ (الخصائص الکبریٰ ۲/۲۵۹)

سند پر کلام

یہ روایت ضعیف ہے اس کے اندر ایک راوی یعلی بن اشدق ہے جس کے بارے میں عبد الرحمن بن ابی حاتم کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو جواب دیا کہ ''وہ کچھ بھی نہیں ہے''۔ ''ضعیف الحدیث'' ہے اور اکثر و بیشتر محدثین نے اس کی

تضعیف کی ہے۔ اور دوسرا راوی محمد بن جابر ہے۔ جس کے بارے میں امام ابو زرعہ نے کہا کہ وہ ''ساقط الحدیث'' ہے۔ اور ابن معین نے بھی اس کو ضعیف گردانا ہے۔ تقریب التہذیب ۱/۸۸ – ۸۹ ، اور امام عقیلی نے کتاب الضعفاء الکبیر ۴/۴۱ میں اس کو ذکر کیا ہے کہ یحییٰ بن معین سے سوال کیا گیا محمد بن جابر کے بارے میں تو جواب دیا کہ اس سے وہی شخص حدیث بیان کرے گا جو اس سے برا ہو۔ اس کے ترجمہ کیلئے ملاحظہ ہو۔ التاریخ الکبیر ۱/۵۳، الجرح ۳/۲/۲۱۹، المجروحین ۲/ ۲۷۰، والمیزان ۳/ ۴۹۶

فائدہ: یہ مذکورہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے، مگر نصوص صحیحہ سے آنحضور ﷺ کی مختلف دعاؤں کی تاثیر دیکھی گئی جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ و انسؓ وغیرہم کے بارے میں دعا فرمائی۔

گھی کی ایک کپی سے گھی تقسیم کیا اور مہینوں کھایا۔

ابو یعلی وطبرانی وابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ ان کی والدہ امّ سلیمؓ نے اپنی بکری کا گھی ایک کپی میں جمع کیا اور اسے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضور ﷺ نے گھی قبول فرما کر کپّی انھیں واپس کردی اور کپی کو کھونٹی پر لٹکا دیا۔ اس کے بعد جب اُمّ سلیم نے دوبارہ کپی کو دیکھا تو وہ گھی سے لبریز تھی اور اس سے قطرے ٹپک رہے تھے۔ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے آکر عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اس سے تعجب کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اس طرح کھلائے جس طرح سے اپنے نبی کو کھلائے لہٰذا تم کھاؤ اور کھلاؤ اُمّ سلیم فرماتی ہیں کہ میں نے آکر رقابیں بھر بھر کر گھی تقسیم کیا اور کپّی میں اتنا گھی باقی رہا کہ ہم نے ایک یا دو مہینہ کھایا۔

سند پر کلام

اس روایت کو ابو نعیم نے دلائل النبوۃ ۳/ ۳۵۴ میں، سیوطی نے خصائص کبریٰ ۲/ ۱۳۴ میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کی سند

میں ایک راوی ابوالہلال ہے۔ جس کا نام ہلال بن ابی ہلال ہے۔ بعض لوگوں نے ابن ابی مالک بتلایا ہے امام ابن حجر نے اس کے بارے میں کہا کہ وہ ضعیف ہے اور اپنی کنیت سے مشہور ہے۔ تقریب التھذیب ۲/ ۳۲۴۔ امام مسلم نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ اُمّ مالک کی ماں کپی میں گھی ہدیہ میں بھیجا کرتی تھیں اور یہ کپی ان کے پاس رہا کرتی تھی۔ ان کے بچے آ کے سالن مانگتے۔ اگر ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو وہ کپی کے پاس جاتیں وہ اس میں گھی پاتیں اس طرح ان کے پاس ہمیشہ گھر میں سالن رہا کرتا۔ ایک دن انھوں نے کپی کو نچوڑ لیا پھر وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم نے کپی کو نچوڑا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ''ہاں'' فرمایا اگر تم اسے نہ نچوڑتیں تو اس میں گھی پاتیں۔ یہ روایت درست ہے۔ لیکن اس سے قبل والی روایت جوام سلیم کی ہے۔ وہ ضعیف ہے اور اسی طرح ایک روایت ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے وہ ام شریک کا قصہ ہے۔ ابو ہلال کے ترجمہ کیلئے ملاحظہ ہو۔ الکبیر ۸/۲۰، المجروحین ۳/۸۵، کتاب الجرح و التعدیل ۹/۷۳، الکاشف ۳/۲۰۲، المغنی ۲/۷۱۴، المیزان ۴/۳۱۶، التقریب ۲/۳۲۴، تہذیب التہذیب ۱۱/۸۵ لسان المیزان ۷/۴۲۱، کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۲۴.

رسول ﷺ کی برکت سے رومال نہ جلا

ابونعیم نے عباد بن عبدالصمد سے روایت کی انھوں نے کہا ہم حضرت انس بن مالکؓ کے پاس آئے تو آپؓ نے فرمایا اے کنیز دسترخوان لاؤ تا کہ ہم کھانا کھائیں تو وہ دسترخوان لائی پھر فرمایا رومال لاؤ تو وہ رومال لائی جو میلا تھا۔ آپ نے فرمایا تنور گرم کرو۔ اس نے تنور کو گرم کیا اور حکم دیا کہ رومال کو تنور میں ڈال دو۔ وہ ڈال دیا گیا۔ جب اسے نکالا گیا تو وہ دودھ کی طرح سفید تھا۔ ہم نے ان سے پوچھا یہ کیا بات ہے کہ تنور نے کپڑے کو نہ جلایا اور خوف صاف کر دیا۔ انھوں نے فرمایا اس رومال سے نبیؐ روئے انور اور دست مبارک خشک کیا کرتے تھے۔ تو جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم ایسا ہی کرتے ہیں کیونکہ آگ اس چیز کو نقصان نہیں پہنچاتی جو انبیاء کے چہروں سے مس ہو جاتی ہے۔

سند پر کلام

اس روایت کے اندر ایک راوی عباد بن عبدالصمد ہے جو حضرت انسؓ سے روایت کرتا ہے اس کی اکثر حدیثیں منکر ہوتی ہیں۔ امام بخاری نے کہا جب عباد حضرت انسؓ سے روایت کرے تو وہ منکر الحدیث ہے۔

اس کے ترجمہ کے لیے ملاحظہ ہو۔ التاریخ الکبیر ۳/۲/۴۱، الجرح والتعدیل ۳/۱/۸۲، المجروحین ۲/۱۷۵، المیزان ۲/ ۳۹۹، اللسان ۳/۲۳۲، الضعفاء الکبیر ۳/۱۳۸، خصائص کبریٰ ۲/۱۸۷.

فائدہ: یہ روایت گرچہ ضعیف ہے مگر آپ ﷺ کے جسم اطہر کی مختلف برکتیں ثابت ہیں۔ یہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے کسی عالم، بزرگ سے برکت حاصل کرنا درست نہیں۔

غزوۂ خندق میں معجزے کا ظہور

ابن سعد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی اور ابونعیم۔ ابن عوف مزنی سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب میں خندق کی کھدائی کے وقت ایک بڑا سفید پتھر نکل آیا۔ اس نے ہمارے لوہے اور کدال توڑ ڈالے۔ اس کا توڑنا ہم پر دشوار ہو گیا۔ تو ہم نے حضور ﷺ سے عرض کیا آپؐ نے سلمان فارسیؓ کے ہاتھ سے کدال لیکر اس پر ضرب لگائی وہ یکا یک پاش پاش ہو گیا۔ حضور ﷺ نے تکبیر بلند کی اور دوسری ضرب لگائی اور اسی طرح تیسری ضرب لگائی اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اے لوگو پہلی ضرب کے بعد میں نے حیرہ اور مدائن کے مقامات دیکھے جو چمک رہے تھے اور جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ آپ کی امت اس کو فتح کرے گی اور دوسری مرتبہ میں نے روم کے محلات دیکھے اور جبرئیلؑ نے کہا کہ ان کو مسلمان فتح کریں گے اور میں نے تیسری مرتبہ ضرب میں صنعاء کے محلات دیکھے اور پھر جبرئیلؑ نے بتایا کہ آپ کی اتباع کرنے والے ان کو بھی فتح کریں گے تو اے پرستانِ حق تم کو نصرتِ الٰہی اور تائید ربانی کی یہ بشارت ہے منافقین نے کہا کہ مسلمانوں کو محمد ﷺ خوشخبری دیتے ہیں کہ وہ یثرب سے حیرہ

اور مدائن کسریٰ کے محلات دیکھ رہے ھیں اور یہ کہ تم ان کو فتح کروگے۔ حالانکہ تم لوگ خندقیں کھود رہے ھو اور اتنی بھی قوت تمہارے اندر موجود نہیں کہ میدان میں نکل کر مقابلہ کرسکو تو اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

”واذیقول المنٰفقون والذین فی قلوبھم مرض ماوعد نااللہ ورَسُولہ الا غرورا“ (سورہ احزاب رکوع۱۲-آیت۱۲)

اور جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ھم سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تو محض دھوکہ دہی کا وعدہ کررکھا ہے۔ (خصائص کبریٰ ۱/۴۳۶)

سند پر کلام

علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ۴/۹۹-۱۰۰ کے اندر اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی تمام سندوں میں کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی ہیں، جو کہ ضعیف ہیں اور کچھ لوگوں نے ان کو کذاب بھی کہا ہے۔ تقریب التھذیب ۲/۱۳۲ بعض محققین اس واقعہ کی تحسین کی طرف گئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب.

حضرت عتبہؓ کے جسم کی خوشبو

حصین بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ عتبہ بن خرقد کی بیوی اُمّ عاصمہ نے کہا عتبہ کے گھر میں ہم تین بیویاں تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک پوری کوشش کرتی کہ عمدہ سے عمدہ خوشبو استعمال کرے اور اپنی سوکنوں سے بازی لے جائے۔ عتبہ بن خرقد تیل تو لگاتے مگر خوشبو کا استعمال کبھی نہ کرتے تھے مگر اس کے باوجود ہم میں سے سب سے زیادہ اچھی خوشبو ان کے جسم سے آتی تھی۔ ایک مرتبہ میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو کہنے لگے، میرے جسم میں حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں خارش ہوگئی جس کی وجہ سے مجھے بہت تکلیف رہتی تھی۔ آنحضور ﷺ کو پتہ چلا تو مجھے بلایا اور اپنے سامنے بٹھالیا۔ مجھے حکم دیا کہ اپنے ستر کے سوا سارا جسم ننگا کردوں چنانچہ میں نے کپڑے اتار دیئے۔ آنحضور ﷺ نے کچھ پڑھا اور اپنے ہاتھ پر

پھونک ماری پھر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آپس میں رگڑا۔ اس کے بعد آپؐ نے دونوں ہاتھ میری پیٹھ، پیٹ اور سارے جسم میں پھیرے۔ میرا مرض ٹھیک ہوگیا اور اسی دن سے میرا جسم معطر ہوگیا جیسا کہ تم لوگ دیکھتے ہو۔

سند پر کلام

اسد الغابہ ۳/۳۶۵، الاصابہ ۲/۴۴۸، الاستیعاب ۱۰۲۹ میں یہ واقعہ منقول ہے۔ جو کہ ضعیف ہے۔ کیوں کہ اس کے اندر ایک راوی علی بن عاصم بن صھیب الواسطی التمیمی ہیں جن کو ابن معین نے ”کذاب“ کہا ہے۔ امام بخاری نے کہا کہ محدثین کے یہاں قوی نہیں ہے۔ ابوحاتم نے ”لین الحدیث“ کہا ہے اس کی حدیث لکھی جائے گی اور اس سے حجت نہیں پکڑی جائیگی۔ اس کے بارے میں تفصیلی ترجمہ کیلئے ملاحظہ ہو۔ التاریخ الکبیر ۳/۲/۲۹۰، الجرح والتعدیل ۳/۱/۱۹۸، تاریخ ابن معین ۲/۴۲۱، المجروحین ۲/۱۱۳، المیزان ۳/۱۱۵، التھذیب ۷/۳۴۴، التقریب ۲/۳۹.

فائدہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ آپؐ کے بے شمار معجزے جو آپ کے دست مبارک سے رونما ہوئے اور ان کو محدثین عظام نے صحیح سندوں سے نقل کیا ھے وہی کافی ہیں

جنتی کھانا

ابن عساکر نے بطریق حفص بن عمر دمشقی عقیل بن خالد سے انھوں نے شہاب سے انہوں نے عبیداللہ بن عتبہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے فرمایا کہ رسول ﷺ کے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے اور مجھے اس خوشۂ انگور کیساتھ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تا کہ آپ اسے تناول فرمائیں۔ رسول ﷺ نے اس خوشہ کو لے لیا۔ (خصائص کبری ۲/۱۳۹)

سند پر کلام

یہ روایت کتاب الموضوعات لابن الجوزی ۱/۲۹۴، ۲۹۵، اللآلی المصنوعة ۱/۲۷۶، تنزیہ الشریعة المرفوعة ۱/۳۳۴ کے اندر منقول ہے امام ابن حبان نے کہا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے اس کے اندر ایک راوی حفص بن عمر ہے جس سے احتجاج درست نہیں۔ اور امام ذہبی نے المیزان میں کہا کہ یہ خبر منکر ہے اور امام بخاری نے کہا کہ حفص بن عمر کی اس حدیث پر کسی نے متابعت نہیں کی ہے اور ابن یونس نے کہا کہ حفص صاحب قطف سے مشہور تھا اور اس حدیث کو دو سندوں سے امام طبرانی نے اوسط میں نقل کیا ہے۔ جو کہ ضعیف ہے اور علامہ سیوطی نے خصائص کبری ۲/۱۳۹ کے اندر بیان کیا کہ ابوعبدالرحمٰن السلمی نے ''کتاب الاطعمة'' میں ایسی سند کیساتھ بیان کیا ہے جس میں کذاب ہے۔ حوطہ بن عیرہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا آپ کے پاس جنت سے کوئی طعام آیا ہے تو فرمایا ہاں۔ حضرت جبرئیلؑ جنت کے کھانوں میں سے حیس (وہ طعام جو کھجور اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے) لائے اور پھر میں نے اسے کھایا ابن حجر نے ''الاصابہ'' کے اندر اس کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے

فائدہ: جنتی کھانے کے سلسلے میں وارد احادیث ضعیف ہیں اسلئے اسطرح کی روایتوں کو بیان کر کے نبی ﷺ کی فضیلت ثابت کرنا درست نہیں۔

حضرت حسین بن علیؓ کی شہادت کی خبر دینا

ام الفضل بنت الحارث سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن میں امام حسینؓ کو لیکر رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے انہیں آپ ﷺ کی آغوش میں دے دیا کچھ دیر بعد میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی چشم مبارک آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھی۔

پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ میری امت میرے اس فرزند کو شہید کر دے گی اور میرے پاس اس کے قتل کی سرخ مٹی لائے۔

سند پر کلام

یہ روایت ضعیف ہے اس کو امام حاکم نے مستدرک ۳/۱۷۶. ۱۷۷ کے اندر نقل کر کے اس کی تصحیح کی ہے۔ لیکن امام ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ کیونکہ شواد بن عبداللہ نے ام الفضل بنت الحارث کو نہیں پایا ہے۔ اسلئے یہ روایت منقطع ہوئی اور دوسری علت محمد بن مصعب ہے جو کہ ضعیف ہے محمد بن مصعب کے بارے میں یحییٰ بن معین نے کہا کہ ''لیس بشئی'' وہ کچھ نہیں ہے اس کے ترجمے کیلئے مزید ملاحظہ ہو۔ التاریخ الکبیر (۱/۱/۲۳۹) المجروحین ۲/۲۳۵، المیزان ۴/۱۴۲، التقریب ۲/۲۰۸ الضعفاء الکبیر ۴/۱۳۸

رجعت شمس (سورج کا واپس آنا)

حضرت اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول ﷺ کی طرف وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ کا سر اقدس حضرت علی مرتضیٰؓ کی آغوش میں تھا اور حضرت علی مرتضیٰؓ نے نماز عصر نہ پڑھی تھی، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا پھر اس وقت رسول اللہ ﷺ نے دعاء کی اے اللہ علیؓ تیری اطاعت اور رسول کی اطاعت میں تھے تو ان پر آفتاب کو واپس کر دے۔ اسماء بیان کرتی ہیں میں نے آفتاب کو غروب ہوتے دیکھا پھر میں نے غروب ہونے کے بعد اسے واپس ہوتے دیکھا اور طبرانی کی روایت اس طرح ہے کہ تو ان پر آفتاب طلوع ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کی روشنی پہاڑوں اور زمینوں پر پھیل گئی اور حضرت علیؓ نے اٹھ کر وضو کیا اور نمازِ عصر پڑھی اس کے بعد آفتاب غروب ہو گیا۔ یہ واقعہ منزل صہبا کا ہے جو خیبر اور مدینہ کے درمیان ہے۔ (خصائص کبری ۲/۱۹۰)

سند پر کلام

اس واقعہ کو علامہ ابن الجوزی نے الموضوعات ۱/ ۳۵۵ . ۳۵٦ کے اندر نقل کر کے کہا ہے کہ یہ بلا شک وشبہہ موضوع ہے اور اس کی علت فضیل بن مرزوق کو بتلایا ہے لیکن سیوطی نے اللآلی ۱/ ۳۳٦ کے اندر فضیل کو ضعیف کہنے پر تعاقب کیا ہے۔ شیخ الاسلام ابن القیم نے اس حدیث کے متن پر وضع کا حکم لگایا ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ تنزیہ الشریعہ ۱/ ۳۷۸ کشف الخفاء ۱/ ۲۲۰ المقاصد الحسنته ۲۲٦ الآثار المرفوعة (۱۲۱ - ۲۰۸ - ۴۱۵ - ۴۳۳)

اونٹنی کے ساتھ عار دلانا

ابن عساکر نے بطریق اسحاق بن بشر، جویبر سے انہوں نے ضحاک سے انہوں نے ابن عباس سے روایت کی انہوں نے کہا کہ جب مشرکوں نے رسول ﷺ کو ناقہ کے ساتھ عار دلائی۔ اور انہوں نے کہا یہ کیسا رسول ﷺ ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے۔ یہ بات سن کر رسول ﷺ کو ملال ہوا اسی لمحہ آپ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور کہا کہ آپ کا رب آپ کو سلام کہا اور فرمایا کہ ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں پھرتے اس کے بعد آپ کے پاس خازن جنت رضوان آئے اور ان کے ساتھ نور کی ایک تھیلی تھی جو چمک رہی تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ دنیا کے خزانوں کی کنجیاں ہیں نبی ﷺ نے بغرض استشارہ نظر فرمائی اور جبرئیلؑ نے اپنے ہاتھوں سے زمین کی طرف اشارہ کیا کہ آپ تواضع کو اختیار فرمائیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے رضوان! مجھے دنیا کے خزانوں کی کوئی حاجت نہیں ہے پھر ندا کی گئی آپ آسمان کی طرف نگاہ اٹھائیں تو آپؐ نے اوپر نگاہ اٹھائی۔ دیکھا کہ عرش کے تمام دروازے مکشوف ہیں اور جنت عدن کے سامنے ہے اور آپ نے انبیاء کے منازل اور بالا خانے ملاحظہ فرمائے اور آپ ﷺ نے دیکھا کہ آپ کے منازل انبیاء کے منازل سے بلند ہیں۔ اس وقت رسول اللہ

ﷺ نے کہا کہ میں راضی ہوگیا مروی ہے کہ یہ آیتِ کریمہ رضوان لے کر آئے۔

﴿تبارک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذلک ......الأیة﴾

سند پر کلام

ابن عساکر نے کہا یہ حدیث منکر ہے اور اسحاق راوی کذاب ہے اور جویبر ضعیف ہے۔ الخصائص ۲/ ۴۲۲ . جویبر بن سعید الخراسانی متروک الحدیث ہے۔ ابن معین نے کہا "لیس بشيٍ" ۔ امام دارقطنی اور ان کے علاوہ لوگوں نے "متروک الحدیث" کہا ہے کتاب الضعفاء والمتروکین ۷۳ ، الصغیر ۲۷ ، الکبیر ۲/۲۵۷ المجروحین ۲۱۸ ،الکاشف ۱/۱۳۳ . المیزان ۱/۴۲۷ التقریب ۱/۱۳٦ لتهذیب ۲/۱۳۳ خلاصه تذهیب تهذیب الکمال ص ٦٦ .

اور دوسرا راوی اسحاق بن بشر کوفی ہے۔ یہ کذاب اور متروک ہے اس کے بارے میں ملاحظہ ہو۔ الجرح والتعدیل ۱/۱/ ۲۱۴. المجروحین ۱/۸۵ ، المیزان ۱/۱۸٦ ، اللسان ۱/۳۵۵. ۳۵۸

زَید بن سعنہ کا قبولِ اسلام

حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے جب زید بن سعنہ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ جس وقت میں نے حضور اکرم ﷺ کے چہرہ پر نظر ڈالی تو علاماتِ نبوی میں سے کوئی علامات باقی نہ رہی جس کو میں نے حضور اکرم ﷺ کے روئے انور میں نہ دیکھ لیا ہو صرف دو باتیں ایسی رہیں جن کو میں چہرۂ انور سے نہ پہچان سکا ایک یہ کہ آپ کا حلم آپ کے جہل پر غالب ہوگا دوسرے یہ کہ دوسروں کے جہل کی بناء پر آپ پر شدت کرنے سے آپ کا حلم ہی زیادہ ہوگا۔ چنانچہ اس کی پہچان کیلئے میں نے حضور ﷺ سے نرمی کا برتاؤ اختیار کر کے ایک معاملہ کیا تاکہ بعد میں طے شدہ معاملہ کے خلاف کر کے آپ کے حلم اور جہل کی پہچان کرسکوں لہٰذا میں نے ایک خاص مدت مقرر کر کے ایک متعین کھجور کی مقدار

خریدنے کا معاملہ کیا اور آپ ﷺ کو قیمت دے دی۔ پھر اس مقررہ مدت سے دو یا تین دن پہلے میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور آپ کی قمیص اور چادر کے ایک گوشہ کو پکڑ کر غضبناک جذباتی ہیجان کے عالم میں کہا، اے محمد! میرا حق ادا کرو۔ واللہ تم سب آل مطلب بدمعاملگی کرنے والے لوگ ہو اور بیشک تمہارے اس معاملے میں تمہاری لاپرواہی کو خوب جانتا ہوں۔ میری یاوہ گوئی سن کر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا اے شخص! تو رسول ﷺ سے ایسی بات کہتا ہے اور پھر میں موجود سن رہا ہوں۔ اللہ کی قسم اگر مجھے رسول کا اس درجہ احترام نہ ہوتا تو میری تلوار سے اب تک تیرا سر اڑ چکا ہوتا رسول ﷺ غیر معمولی سکون و وقار کے ساتھ حضرت عمرؓ کی طرف دیکھ کر تبسّم فرما رہے تھے اس کے بعد فرمایا عمر میں اور میری جانب اشارہ کرتے ہوئے یہ تمہارے اس درست بات کے علاوہ کسی اور ہی چیز کے متمنی تھے۔ اے عمر تم مجھ سے حسن ادا کو کہتے اور اس کو مہذب طریقے سے مطالبہ کا حکم دیتے۔ جاؤ اے عمر انہیں لے جاؤ۔ ان کا مطالبہ پورا کرنے کے بعد مزید بیس صالح کھجوریں ان کی خوشدلی حاصل کرنے کیلئے دینا کیونکہ تم نے ان کو رنج دیا ہے۔ امید ہے کہ یہ بددل نہ ہوں گے انہوں نے اس کی تعمیل کی اس کے بعد میں نے کہا اے عمر نبوّت کی تمام علامتیں میں نے آپ ﷺ کے چہرہ انور میں دیکھ لی تھیں۔ صرف دو علامتیں ایسی تھیں جن کو میں جاننا چاہتا تھا۔ ایک یہ کہ ان کا حلم ان کے غیظ پر غالب رہے گا۔ دوسرے یہ کہ جاہلوں کی ان کے ساتھ جس درجہ کی شدت ہوگی اسی قدر ان کا حلم وانضباط ان کے ساتھ بڑھے گا تو میں نے یہ دو علامتیں یہ دونوں نشانیاں پہچان لی ہیں۔ لہٰذا اب میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور محمد کے نبی ہونے پر راضی ہوگیا۔ (خصائص کبری ۱/ ۳۹. ۴۰.)

سند پر کلام

اس واقعہ کو ابو نعیم نے **دلائل النبوۃ ۱/ ۲۳** میں اور ہیثمی نے **موارد الظمان ۵۱۶** کے اندر اور ابن حجر نے **الاصابہ ۲/ ۲۸** میں اور سیوطی نے **خصائص کبری ۱/ ۳۹. ۴۰** میں اور بیہقی وابن حبان وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

اس روایت کے اندر صحابی کی ولدیت کے سلسلے میں اختلاف ہے بعض نے حضرت زید بن سعیہ کہا ہے لیکن ابن حجر نے ابن عبدالبر کا قول نقل کیا ہے کہ نون کے ساتھ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ نقل کیا ہے اور مزید فرماتے ہیں کہ ولید بن مسلم جو مدلس ہیں انہوں نے محمد بن حمزہ سے سماع کی بھی صراحت کردی ہے لیکن اس کی مرکزی سند میں ایک راوی محمد بن ابی السری آتے ہیں جن کے بارے میں ازدی کا قول ہے کہ وہ ضعیف اور مجہول ہے۔ **کتاب الضعفاء والمتروکین ۳/ ۶۳** اور ابن حجر کا بیان ہے کہ مجھے اس قصہ میں ایک شاہد ملا جو دوسری سند سے ہے لیکن اس کے اندر نام کی صراحت نہیں کی گئی گویا کہ مجہول ہے۔ اور ابن سعد نے یزید سے اور وہ جریر بن حازم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا ہے جس نے امام زھری سے سنا ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی کا بیان ہے نبی ﷺ کے تمام صفات کو ھم نے توراۃ میں دیکھ لی سوائے بردباری اور پھر پورا واقعہ بیان کیا ہے۔ **الاصابہ لابن حجر ۲/ ۲۸** اور اسی طرح دوسری علت یہ ہے کہ محمد بن حمزہ بن یوسف کو اپنے دادا سے لقاء (ملاقات) ثابت نہیں ہے۔

اس لئے یہ روایت منقطع ہے جو قابل حجت نہیں ہوتی۔

حضرت مازن بن غضوبہ کا قبولِ اسلام

حضرت مازن بن غضوبہ فرماتے ہیں کہ میں عمان کے قریب ایک گاؤں میں ایک بت کا پجاری اور خادم تھا۔ اس گاؤں کو سمائل یا سمال کہا جاتا ہے اور اس بت کا نام بادر تھا ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام باصر تھا غرض ایک روز ہم نے اس بت کے سامنے ایک جانور کی قربانی پیش کی یہ قربانی یا تو عام قربانی تھی یا تو جیسا کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ قربانی ایک خصوصی قربانی تھی جو صرف رجب کے مہینے میں کسی خاص مقصد کیلئے پیش کی جاتی تھی غرض جیسے ہی ہم نے وہ قربانی پیش کی اسی وقت ہمیں اس بت کے پیٹ سے آواز آئی جس کے الفاظ یہ تھے مازن سن اور خوش ہو جا بھلائی ظاہر ہوگئی اور برائی مٹ گئی۔ مضر کی اولاد میں سے ایک نبی کا ظہور

ہوگیا ہے جواللہ کا دین لیکر آئے ہیں اس لئے پتھر کے ان تراشوں کو چھوڑ دے اور جہنم سے محفوظ ہوجا۔ مازن کہتے ہیں کہ اس آواز کو سن کر گھبرا گیا اور دل میں سوچنے لگا یہ تو بڑا عجیب معاملہ ہے کچھ دنوں کے بعد پھر میں نے اس کیلئے ایک جانور کی قربانی پیش کی اس وقت پھر اس بت کے اندر سے آتی ہوئی آواز سنائی دی ''میری طرف دیکھ اور وہ بات سن جس سے غفلت نہیں برتنی چاہئے۔ یہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے نبی ہیں اور آسمان سے ایک سچائی لیکر آئے ہیں، ان پر ایمان لاؤ تاکہ تم بھڑکتی ہوئی آگ سے بچ جاؤ جس کی جلتی ہوئی آگ کا ایندھن جندل ہے''۔

یہ آواز سن کر کہا کہ یہ تو بڑا عجیب معاملہ ہے لیکن بیشک یہ کوئی نیکی یا خبر ہے جو خیر سے نصیب میں آنے والی ہے۔ غرض اس کے بعد مازن کہتے ہیں کہ اس طرح کچھ وقت گذرا تھا کہ ایک دن حجاز کا رہنے والا ایک شخص ہمارے یہاں آیا ہم نے اس سے پوچھا کہ تمہارے یہاں کے کیا حالات اور خبریں ہیں وہاں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جس کا نام احمد ہے۔ جو شخص بھی اس سے ملتا ہے وہ اس سے کہتا ہے کہ اللہ کی طرف بلانے والے کی آواز پر لبیک کہو میں نے یہ سن کر کہا کہ یہی وہ خبر ہے جو میں نے بت کے اندر آنے والی آواز سے سنی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد اس بت کے پاس آیا اور میں نے اس کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالا پھر میں اپنی سواری پر سوار ہو کر چلا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دل میں اسلام کیلئے گنجائش اور اشتیاق پیدا ہو گیا تھا اور میں مسلمان ہو گیا۔

مازن کیلئے آنحضرت ﷺ کی دعا

مازن کہتے ہیں کہ مسلمان ہونے کے بعد میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں عیش ونشاط، شراب و کباب اور بدکار عورتوں کے ساتھ شب بسری کا رسیا اور ان حرکتوں میں ڈوبا ہوں (یہاں بدکار عوتوں کیلئے ہلوک کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب فاجرہ عورتیں ہیں جو خود سے مردوں کی طرف جھکتی ہیں اور ہمبستری کے وقت عشوہ طرازیاں کرتی ہیں)

پھر مازن نے آپ سے مزید کہا ساتھ ہی میری دوسری عرض یہ ہے کہ ہم پر عرصہ سے خشک سالی اور قحط سالی مسلط ہے۔ جس کے نتیجے میں مال و دولت بھی ختم ہوگئی اور ہم بھی تباہ ہو رہے ہیں۔ (میری تیسری عرض یہ ہے کہ) میرے کوئی لڑکا نہیں ہے اسلئے آپ میرے لئے اللہ کے واسطے یہ دعا فرمائیں کہ میری یہ کمزوریاں اور برائیاں دور ہو جائیں۔

ہمیں بارش و سیرابی حاصل ہو اور یہ کہ اللہ مجھے ایک بچہ عطا فرمادے۔ میری یہ التجائیں سن کر آنحضرت ﷺ نے میرے لئے دعا فرماتے ہوئے کہا : اے اللہ اس کا عیش و عشرت قرآن پاک میں پیدا کردے۔ اس کی حرام کاری میں دلچسپی کو حلال کاموں میں فرمادے۔ شراب سے رغبت کو میٹھے پانی میں پیدا کردے۔ جس میں کوئی گناہ اور برائی نہیں ہے اور زنا سے دلچسپی کو پاک دامنی میں بدل دے اس کو بارش و سیرابی سے نواز دے اور اس کو بچہ عطا فرما۔

دعا کی قبولیت :

مازن کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میری کمزوریاں اور بدکاریاں دور فرمادیں۔ جلد ہی مجھے قرآن پاک کا کچھ حصہ یاد ہو گیا۔ کئی حج کر لئے۔ عمان بھی جوان کا گاؤں تھا۔ اور اس کے آس پاس کے دوسرے علاقے سرسبز و شاداب ہو گئے۔ (پاک دامنی میسر آئی کہ) میں نے چار آزاد شریف عورتوں سے نکاح کیا۔ اور حق تعالیٰ نے مجھے اولاد کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

سند پر کلام

مازن بن غضوبہ الطائی۔ ابن سکن نے ان کو صحابی کہا ہے اور ابن حبان الثقات ۳/۴۰۷ میں اور ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں ابن حجر نے الاصابہ ۳/۳۳۶ میں ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔

لیکن ان کے اسلام لانے کا مذکورہ واقعہ درست نہیں ہے۔ امام ابونعیم نے دلائل

النبوۃ ۱/۳۲. ۳۳ اور بیہقی نے دلائل النبوۃ ۲/۲۵۵ اور سیوطی نے خصائص کبریٰ ۱/۲۴۱، ۲۴۲ کے اندر اس کو ذکر کیا ہے اور اسی طرح امام طبرانی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کے ضعف کی دو علتیں ہیں پہلی علت یہ ہے کہ اس روایت کے اندر کئی مجہول راوی ہیں۔ اور مجہول کی روایت جب تک اس کی ثقاہت وعدالت کا علم نہ ہو جائے۔ تب تک اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ اور دوسری علت ہشام کلبی ہے جو کہ ضعیف ہے۔ امام دارقطنی نے اس کو ''متروک الحدیث'' کہا ہے اور امام احمد کا کہنا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے اس سے کوئی حدیث بیان کی ہو بلکہ یہ تو سیرت کا راوی ہے۔

اس کے حالات سے مزید آگاہی کے لئے ملاحظہ ہو۔

تاریخ کبیر ۱/۲/ ۳۰۰، علل احمد ۱/۲۱۹، الجرح ۴/۲/ ۶۹، الکامل ۳/۲/ ۱۴۴، المجروحین ۳/ ۹۱، المیزان ۴/ ۳۰۴، الضعفاء والمتروکین. ۳۸۷. کتاب الضعفاء والمتروکین ۳/ ۱۷۶.

مکہ پر چڑھائی کرنے کا سبب

صلح حدیبیہ کے بعد بنو بکر قریش کے ساتھ اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہو گئے تھے صلح ہونے کے باوجود بنو بکر نے بنو خزاعہ پر شب خون مارا اور ان کے بیس آدمی قتل کردیئے اس واقعہ کے بعد عمرو ابن سالم الخزاعی خزاعہ کے چالیس شہسواروں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو کچھ اس قبیلہ پر بیتی تھی اس سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا آپ ﷺ اپنی ردائے مبارک سنبھالتے ہوئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اگر میں بنو کعب پر ہونے والے ظلم کے خلاف ان کی اس طرح مدد نہ کرسکوں جس طرح اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا دفعیہ کرتا ہوں تو اللہ کی تائید ونصرت سے محروم رہوں۔ مزید فرمایا یہ بادل خوش خبری دے رہا ہے کہ بنو کعب کی ضرور مدد کی جائے گی۔

سند پر کلام

علامہ البانیؒ فرماتے ہیں اس واقعہ کو امام ابن سعد ۲/۱۳۴ اور ابن اسحاق ۴/۳۶۔۳۷ نے بلا سند بیان کیا ہے اس لئے اس کی صحت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اور امام طبرانی اسی واقعہ کی روایت جس سند سے کی ہے وہ ضعیف ہے جیسا کہ فقہ السیرۃ للغزالی کی تخریج ص: ۴۰۴ میں ذکر کیا ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کا خطبہ

جب مکہ فتح ہو گیا تو آپ ﷺ نے کعبہ شریف کے دروازے کے دونوں پٹ تھام کر ایک نہایت ہی پر مغز خطاب فرمایا جس کے آخر میں کہا اے قریش کے لوگو تم جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں انہوں نے جواب دیا ہم آپ سے اچھی امید رکھتے ہیں آپ کریم النفس اور شریف بھائی ہیں اور کریم النفس اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ''اذھبوا فانتم الطلقاء'' جاؤ تم سب آزاد ہو

سند پر کلام

علامہ البانیؒ فرماتے ہیں اگر چہ یہ حدیث مشہور ومعروف ہے لیکن اس کی کوئی سند صحیح نہیں ابن ہشامؒ نے جس سند سے بیان کیا ہے وہ معضل ہے اور علامہ عراقی نے اسے ضعیف کہا ہے جیسا کہ میں نے تخریج فقہ السیرۃ ص: ۴۱۵ میں وضاحت کی ہے۔

حضرت عکاشہ کا نبی ﷺ سے بدلہ لینا

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ جب ''اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ'' کا نزول ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اے جبرئیل میری موت کا پیغام آگیا۔'' حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ آپ خوش ہو جائیں۔ رسول ﷺ نے حضرت بلالؓ کو نماز کے اعلان کرنے کا حکم دیا۔ انصار ومہاجرین مسجد کے اندر جمع ہو گئے۔ آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس سے

فراغت کے بعد منبر پر تشریف لے گئے۔اور اللہ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد اتنا بلیغ خطبہ دیا جسے سن کر لوگوں کے قلوب دھل گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔اس کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! کیا میں تمہارا نبی ہوں صحابہ نے جواب دیا کہ اللہ آپ کو خیر سے نوازے۔آپ ہمارے لئے ایک شفیق باپ کی طرح رہے اور آپ نے اللہ کا پیغام پہنچادیا اور اس کے ارشادات کی تبلیغ فرمادی یہی نہیں بلکہ آپ نے لوگوں کو اسلام کی طرف بڑی حکمت اور پیاری پیاری باتوں سے بلایا۔آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم میں سے جس شخص کا کوئی حق یا بدلہ میرے ذمہ ہے وہ اس کو لے لیوے یہ سن کر مسلمانوں میں سے ایک سن رسیدہ شخص اٹھ کھڑا ہوا جس کا نام عکاشہ تھا وہ لوگوں کی گردن پھاند کر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور بولے کہ اللہ کے رسول تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں اگر آپ ہمیں بار بار اللہ کا واسطہ دیکر یہ بات نہ کہی ہوتی تو میں کبھی بھی آپ سے بدلہ لینے کیلئے آگے نہ بڑھتا ایک بار لڑائی کے موقع پر میں آپ کے ساتھ تھا تو جب اللہ نے آپ کو فتح وکامرانی سے نوازا اور اپنے نبی کی نصرت وتائید کی لیکن جب واپسی کا وقت ہوا راستے میں میری اونٹنی آپ کی اونٹنی کے بالمقابل ہوگئی اور میں اتر کر آپ سے قریب ہوا تا کہ آپ کی ران کو چوم لوں اچانک آپ نے کٹی ہوئی شاخ اٹھائی اور میرے پہلو پر دے ماری اب مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے جان بوجھ کر مجھے مارا یا آپ نے اپنی اونٹنی کے مارنے کا قصد کیا تھا اور ناگہانی میں مجھے آلگی آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کے جلال کے ذریعے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ اللہ کے رسول جان بوجھ کر کسی کو ماریں اے بلال حضرت فاطمہ کے گھر جاؤ اور ایک کٹی ہوئی شاخ لے آؤ حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد سے نکلے اور انکا ہاتھ ان کے سر پر تھا اور وہ اس بات کا اعلان کرتے جارہے تھے کہ اے اللہ کے رسول کی بیٹی مجھے ایک شاخ دو۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا اے بلال میرے باپ کو شاخ کی کیا ضرورت پیش آگئی جبکہ یہ حج اور جنگ وغیرہ کا دن تو نہیں ہے۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول ﷺ اس دنیا سے کوچ کرنے والے ہیں اور اپنی ذات کا بدلہ چکار ہے ہیں۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کس شخص کو

یہ پسند ہے کہ وہ رسول سے بدلہ لے۔اے بلال حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے کہو کہ وہ اس شخص کے پاس جائیں اور ان سے کہیں کہ آپ ﷺ کا بدلہ مجھ سے لے لو۔رسول اللہ ﷺ نے شاخ اس شخص کو دے دیا۔حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہم ان کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے عکاشہ ہم لوگ تمہارے درمیان ہیں۔ہم سے بدلہ لے لو اور سو کوڑے لگالو لیکن رسول سے بدلہ نہ لو۔رسول ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر وعمر! ان کو چھوڑ دو اور بدلہ لینے دو اللہ تمہارے مقام ومرتبہ کو جانتا ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا اے عکاشہ ہم اس دنیا میں رسول کے سامنے ہیں اور میں کبھی اس بات کو پسند نہ کروں گا کہ تم رسول کو مارو بلکہ یہ میری پیٹھ اور پیٹ ہے مجھ سے بدلہ لے لو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی وہی جواب دے کر بیٹھا دیا اس کے بعد حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کھڑے ہو کر حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے عکاشہ تمہیں معلوم نہیں کہ ہم رسول ﷺ کے نواسے ہیں۔ہم سے آپ کا بدلہ لینا گویا کہ رسول سے بدلہ لینا ہوگا۔آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک بیٹھ جاؤ۔اللہ نے تم کو اس بلند مرتبہ سے سرفراز کیا۔پھر آپ ﷺ نے عکاشہ سے مارنے کو کہا انہوں نے کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ جس وقت آپ نے مجھے مارا تھا میرے بدن پر کوئی کپڑا نہ تھا۔مسلمان یہ دیکھ کر رو پڑے اور کہہ اٹھے کہ عکاشہ کو دیکھو وہ رسول ﷺ کو مارنے جارہے ہیں۔جب عکاشہ کی نظر رسول ﷺ کے پیٹ کی سفیدی پر پڑی اور یہ کہہ رہے تھے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔کس کی اتنی ہمت ہے کہ آپ ﷺ سے بدلہ لے۔نبی ﷺ نے ان سے کہا اگر تم چاہو تو مارو اور اگر چاہو تو معاف کردو۔حضرت عکاشہ نے کہا میں آپ کو اس امید میں معاف کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھے بخش دے۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص جنت میں میرے دوست کو دیکھنے کا طلب گار ہے وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔یہ سن کر سارے مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے۔اور حضرت عکاشہ کی پیشانی کو بوسہ دینے لگے کہ تمہارے لئے کیا ہی بہتر ہے کیونکہ آپ نے بلند درجات تو حاصل کرلیا اور آپ کو جنت میں رسول ﷺ کی مرافقت حاصل ہوگی۔

سند پر کلام

اس روایت کو علامہ سیوطی نے اللالی المصنوعة ۱/۲۷۷ میں ابن عراق الکنانی نے تنزیہ الشریعہ المرفوعہ ۱/۳۲۷ میں امام شوکانی نے الفوائد المجموعہ ۳۲۴ میں اور ہیثمی نے مجمع الزوائد ۹/۳۰ - ۳۱ کے اندر ذکر کیا ہے۔ اور لکھنوی نے الآثار المرفوعہ ۳۹-۴۰ میں بیان کیا ہے علامہ ابن الجوزی موضوعات کے اندر ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ یہ مذکورہ روایت موضوع ہے اس کی علت عبدالمنعم بن ادریس بن سنان ہے علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کہا ہے کہ عبدالمنعم بن ادریس الیمانی مشہور قصہ گو ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے اس کو بہت سارے لوگوں نے متروک قرار دیا ہے۔ احمد بن حنبل نے کہا کہ وہ وہب بن منبہ پر جھوٹ گھڑتا ہے اور امام بخاری نے اس کو "ذاھب الحدیث" کہا ہے۔ امام ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ ابن معین کا کہنا ہے کہ وہ کذاب اور خبیث ہے اور امام نسائی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ لسان المیزان ۴/ ۷۳

عبدالمنعم بن ادریس کی حالت سے مزید واقفیت کیلئے ملاحظہ ہو۔

الکبیر ۶/۱۳۸، المجروحین ۲/۱۵۷، الجرح والتعدیل ۶/۶، المغنی ۲/۴۰۹، المیزان ۲/۶۶۸.

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا یارسول اللہ کہنا

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرثیہ رسول کی وفات کے بعد منقول ہے جس میں ایک شعر یہ بھی ہے۔ "یا رسول اللہ أنت رجاء نا – وکنت بنا برّاً ولم تک جافیاً" "یارسول اللہ ﷺ آپ ہی ہماری امیدوں کا مرکز ہیں اور آپ ہمارے ساتھ نیکی نے والے تھے، سخت گیر نہ تھے، اس قصیدہ میں آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کو خطاب کر کے "یارسول اللہ انت رجاء نا" کہا گیا ہے۔

سند پر کلام

یہ روایت منقطع ہے اس کی سند میں عروہ بن زبیر ہیں جن کی ولادت سنہ ۲۹ ہجری میں ہوئی ہے یعنی رسول ﷺ کی وفات کے ۱۹ سال بعد اور حضرت صفیہ کا مرثیہ آپکی وفات کے فوراً بعد ہی کا ہے۔ یعنی عروہ بن زبیر اس قصیدہ کے لکھنے کے ۱۹ سال بعد پیدا ہوئے اور حضرت صفیہ ۲۰ سنہ ھ میں وفات پا گئیں یعنی عروہ بن زبیر کی پیدائش سے ۹ سال پہلے اس طرح عروہ بن زبیر نے اپنی دادی صفیہ کا زمانہ پایا ہی نہیں اسلئے حضرت صفیہؓ سے ان کی روایت منقطع ہوگی یہ روایت متن کے اعتبار سے محرف اور سند کے اعتبار سے منقطع ہے لہذا کسی طرح بھی حجت ودلیل کے قابل نہیں۔ اور صحیح سندوں سے جو مرثیے منقول ہیں ان میں کہیں "یَا رَسُوْلَ اللّٰہُ" کا ٹکڑا منقول نہیں۔

قبر نبوی کی زیارت

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مرفوعا مروی ہے "جس نے میری قبر کی زیارت کی میرے لئے اس کی شفاعت واجب ہوگئی"

سند پر کلام

یہ روایت الفاظ کے فرق سے عمرؓ، ابن عباسؓ، علیؓ، ابوہریرہؓ، انسؓ وغیرہم سے مروی ہے لیکن ان تمام طرقوں پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے امام البانیؒ فرماتے ہیں یہ تمام احادیث سنداً انتہائی ضعیف موضوع اور منکر ہیں حافظ محمد ابن عبدالہادی نے اپنی کتاب "الصارم المنکی فی الرد علی السبکی" ص: ۱۰-۱۷۱ میں اور حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "التلخیص" ۲/۲۶۶-۲۶۷ میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ اور ان کا بطلان واضح کیا ہے، میں نے بھی اپنی کتاب "سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة" رقم الحدیث: ۲۵، ۴۷، ۲۰۴، میں ان میں سے بعض پر مفصل گفتگو کی ہے۔

ضمیمہ

از مولانا ابو یونس محمد یحییٰ گوندلوی

چند ضعیف وموضوع روایات

علم غیب

❖**انه عرضت عليه الخلائق من لدن آدم الى قيام الساعة فعرفتهم كلهم.**

رسول اللہ ﷺ پر آدم سے لے کر قیامت تک آنے والی تمام مخلوق پیش کی گئی تو آپ نے تمام کو پہچان لیا۔☆ حدیث رسول نہیں گپ ہے۔

❖ معراج کی رات عرش کے نیچے میرے حلق میں ایک قطرہ ڈالا گیا تو جو گذشتہ ہو چکا تھا اور آئندہ ہونے والا ہے سب کچھ معلوم ہو گیا۔☆ من گھڑت ہے جس کا کوئی وجود ہی نہیں۔

❖**لقد تركنا رسول الله ﷺ ومايحرك طائر جناحيه الا ذكر لنا منه علما. (اشياخ من تيم)**

رسول اللہ ﷺ ہمیں اس حالت میں چھوڑ کر گئے کہ کوئی پرندہ اپنے پر نہیں ہلاتا مگر آپ نے ہمیں اس میں سے علم بتایا۔☆ضعیف ہے اشیاخ من تیم نامعلوم ہیں۔

وسیلہ

❖**اللّٰهم انى اسئلك بمعاقد العز من عرشك. (ابن مسعودؓ)**

اے اللہ میں تجھ سے تیرے عرش کی عزت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔☆

باطل ہے۔راوی عمر بن ہارون کذاب ہے۔(ابن معین کتاب الموضوعات ص۶۳ ج۲)

❖**بحق نبيك والانبياء الذين من قبلى (انس)**

اے اللہ میں تیرے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کے حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔☆ضعیف ہے۔

راوی روح بن صلاح سے منکر روایتیں روایت کی گئی ہیں دارقطنی فرماتے ہیں حدیث ضعیف ہے۔

ابن ماکولا کہتے ہیں محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے البانی کہتے ہیں ائمہ جرح کی عبارات اس کے ضعف پر

متفق ہیں جس کا سبب اس کی منکر روایات ہیں (سلسلہ ضعیفہ ص۳۳ ج۱)

❖**توسلوا بجاهى فان جاهى عندالله عظيم.** ☆

تم میری جاہ سے وسیلہ پکڑو بلاشبہ اللہ کے نزدیک میری جاہ بہت بڑی ہے۔☆ باطل اور بے اصل ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔

❖**اذا سالتم الله فاسئلوا بجاهى.** ☆

تم میری جاہ کے وسیلہ سے سوال کرو۔☆

من گھڑت ہے (اقتضاء الصراط المستقیم ص۴۱۵) اس کا کوئی اصل نہیں۔

❖ دعائے آدم **يا رب اسئلك بحق محمد (عمرؓ)**

اے اللہ میں تجھ سے محمد کے وسیلہ سے توبہ کا سوال کرتا ہوں۔

من گھڑت ہے۔راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سخت ضعیف ہے (مؤلف) اس نے اپنے باپ سے من گھڑت حدیثیں روایت کی ہیں (المدخل للحاکم ص۱۵۴) اس کا دوسرا راوی عبداللہ بن مسلم بن رشید فہری وضع روایت میں متہم ہے (سلسلہ ضعیفہ ص۳۹ ج۱) یہ روایت من گھڑت ہے۔(ذہبی تلخیص المستدرک ص۳۳۲، ج۳) اور باطل ہے (کتاب الموضوعات)

❖**قال آدم اللّٰهم انى اسئلك بحق محمد عليك. (ابو الزنادؒ.)**

آدم نے فرمایا اے اللہ جو محمد کا تجھ پر حق ہے میں اس کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ باطل ہے۔راوی عثمان بن خالد عثمانی ضعیف ہے۔اس کے پاس منکر روایات ہیں (بخاری) منکر الحدیث ہے (ابوحاتم) اس کی خبر سے حجت پکڑنا جائز نہیں (ابن حبان میزان ص۳۲ ج۳) اس کا استاد عبدالرحمٰن بن ابی الزناد امام ترمذی وعجلی کے نزدیک ثقہ ہے مگر اکثر ائمہ جیسا کہ ابن معین، احمد، ابن مدینی اور نسائی ہیں کے نزدیک ضعیف ہے۔خصوصاً جب اپنے باپ سے روایت کرے تو ضعیف قرار پاتا ہے (تہذیب ص۱۷۲ ج۶) مذکورہ حدیث بھی اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔

❖ یہودیوں کی دعاء اے اللہ ہم محمد نبی امی کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتے ہیں۔☆من گھڑت ہے راوی عبدالملک بن ہارون بن عنترہ متروک **ذاهب الحديث** (ابوحاتم) کذاب (ابن معین) دجال (سعدی) روایتیں وضع کرتا تھا (ابن حبان) اس کی عام روایات جھوٹ ہیں (صالح

بن محمد لسان ص۲۷ ج۴) اس نے اپنے باپ سے من گھڑت حدیثیں روایت کی ہیں (المدخل ص۱۷۰)

❖ **انک ادنی المرسلین وسیلة. (سواد بن قاربؓ)**

آپ تمام رسولوں میں وسیلہ کے زیادہ قریب ہیں ☆ باطل ہے اس کے چند طرق ہیں ایک طریق میں زیاد بن یزید بن بادویہ اور محمد بن نواس دونوں مجہول ہیں۔ خدشہ ہے کہ یہ روایت ابوبکر بن عباس کی وضع کردہ ہو۔

دوسرے طریق میں ابوعبدالرحمٰن عثمان بن عبدالرحمٰن الوقاص کے ترک پر تمام کا اتفاق ہے اور اسی طریق کے دوسرے راوی علی بن منصور میں جہالت ہے اور پھر یہ روایت اس طریق سے منقطع بھی ہے۔

تیسرے طریق میں محمد بن سائب کلبی رافضی متھم بالکذب ہے۔

چوتھے طریق میں علاء بن یزید منکر الحدیث (بخاری) حدیثیں وضع کرتا تھا۔ (ابن مدینی) اس نے ایک من گھڑت نسخہ روایت کیا ہے۔ (ابن حبان)

پانچویں طریق میں حسن بن عمارہ سخت ضعیف ہے۔ (التوصل ص۳۰۰)

❖ **ان فرار الخلق الا الی الرسل.** ☆

مخلوق کی دوڑ تو صرف رسولوں کی طرف ہے۔ ☆ یہ حدیث نہیں بلکہ کسی شاعر کا شعر ہے جس کا راوی مسلم بن کیسان ملائی متروک الحدیث ہے (فلاس) اس کی حدیث نہ لکھی جائے (احمد) اس میں کلام ہے۔ (بخاری) مختلط ہو گیا تھا۔ (ابن معین) متروک ہے۔ (نسائی میزان ص۱۰۷ ج۴)

❖ کسی اعرابی کا رسول اللہ ﷺ کی قبر پر کھڑے ہو کر کہنا اے اللہ یہ تیرا حبیب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ لمبا واقعہ ہے، جس کے آخر میں ہے "اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا تو تیرا حبیب ناراض ہو جائے گا اور تیرا دشمن راضی ہو گا اور میں ہلاک ہو جاؤں گا۔"

سفید جھوٹ ہے جس کی دنیا میں کوئی معقول سند نہیں ہے۔

❖ ایک اعرابی نے آپ کی قبر مبارک پر خود کو پھینکا اور سر پر مٹی ڈالی اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں قرآن میں فرمایا ہے: "ولو انهم اذظلموا انفسهم" تو میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس آ گیا ہوں تا کہ آپ میرے لئے استغفار کریں تو قبر سے آواز آئی جا تجھے معاف کیا۔

من گھڑت ہے اس کا راوی ہیثم بن عدی ثقہ نہیں کذاب تھا (بخاری و ابوداود ☆ میزان ص۳۲۴ ج۴) ہیثم سے روایت کرنے والے محمد بن ہیثم اور احمد بن محمد یعنی اس کا بیٹا اور پوتا ہیں جن کا کوئی حال معلوم نہیں۔

❖ **اللّٰهم انی اسئلک بحق السائلین علیک و اسئلک بحق ممشائی فانی لم اخرج شرا و بطرا. (ابو سعید خدریؓ)**

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس حق سے جو تجھ پر سوال کرنے والوں کا ہے اور اپنے چلنے کی جگہ کے حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔ کہ میں شر اور تکبر کے ساتھ نہیں نکلا۔

ضعیف ہے۔ راوی عطیہ عوفی کے ضعیف ہونے پر تمام کا اجماع ہے۔ (المغنی ص۴۳۶ ج۲) اور مدلس تھا (تقریب (ص۲۴۰)

❖ **"اللّٰهم بحق السائلین علیک وبحق مخرجی هٰذا." (بلالؓ)**

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرنے والوں کے حق اور اپنے نکلنے کے حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔

باطل ہے راوی وازع بن نافع متروک منکر الحدیث ہے۔ (نسائی) ثقہ نہیں (ابن معین و احمد) منکر الحدیث ہے۔ (بخاری میزان ص۳۲۷ ج۴)

❖ **اسئلک بنور وجهک الذی اشرقت له السمٰوات والارض وبکل حق هو لک وبحق السائلین علیک. (ابو امامہؓ)**

اے اللہ میں تجھ سے تیرے چہرے کے نور کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جس سے تو نے آسمان اور زمین کو روشن کیا ہے اور اس حق کے واسطہ سے جو تیرے لئے ہے۔ اور سوال کرنے والوں کے حق سے جو تجھ پر ہے سوال کرتا ہوں۔

بے اصل ہے راوی فضال بن جبیر کے ضعف پر تمام کا اجماع ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایات محفوظ نہیں ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ کسی بھی صورت میں قابل حجت نہیں ہے۔ یہ ایسی روایت کرتا ہے جن کا کوئی اصل نہیں۔ (میزان ص۳۴۷ ج۳)

❖ **یستفتح بعصالیک المهاجرین (امیہ بن خالد)**

آپ فقراء مہاجرین کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے۔

مرسل ہے اولاً راوی ابواسحاق مختلط اور مدلس ہے۔(تقریب ص ۲۶۱ وطبقات المدلسین ص ۱۰۱) اور امیہ بن خالد صحابی نہیں بلکہ تابعی ہے۔(اصابہ ص ۱۲۸ ج ۱)

❖ حضرت عمرؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ عباس کے لئے ایسے حق دیکھتے تھے جیسا کہ بیٹے پر باپ کا حق ہو تم بھی رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرو اور عباسؓ کو اللہ کی طرف وسیلہ پکڑو۔

(عمرؓ)

سخت ضعیف ہے راوی داؤد بن عطاء کوئی شئی نہیں۔(احمد) منکر الحدیث ہے۔

(بخاری میزان ص ۱۲ ج ۲)

❖ عہد فاروقی میں قحط پڑ گیا تو ایک آدمی قبر رسول پر آیا اور کہنے لگا آپ ﷺ امت کے لئے بارش کی دعاء کریں لوگ ہلاک ہو رہے ہیں تو آپ ﷺ نے اس کو جواب میں فرمایا کہ تو عمر کے پاس جا۔(مالک الدار)

ضعیف ہے مالک الدار مجہول ہے۔(مجمع الزوائد ص ۱۳۵ ج ۳)

❖ ایک روایت میں ہے کہ قبر پر فریاد کرنے والا بلال بن حارث صحابی تھے۔

باطل ہے راوی سیف بن عمر ثقہ راویوں کے نام پر روایتیں وضع کرتا تھا،

(کتاب المجروحین ص ۳۴۵ ج ۱)

❖ **لولا عباد رکع وصبية رضع وبهائم رتع لصبت عليكم البلايا صبا.**

(مالك بن عبيد عن ابيه عن جده)

اگر عبادت گذار بندے اور دودھ پیتے بچے اور چرنے والے چار پائے نہ ہوتے تو تم پر بہت مصیبتیں آتیں۔

ضعیف ہے راوی مالک اور اس کا باپ عبید دونوں مجہول ہیں۔

(التوصل ص ۳۰۸ و میزان ص ۴۲۸ ج ۳)

❖ **اذا اعيتكم الامور فعليكم باصحاب القبور.** ☆

جب تمہیں امور عاجز کر دیں تو تم قبر والوں کا وسیلہ طلب کرو۔ ☆ من گھڑت ہے جس کا

حدیث کی کتابوں میں کوئی وجود نہیں بلکہ یہ کسی مشرک ملحد کا قول ہے۔ جسے بدبختوں نے حدیث کا درجہ دے دیا ہے۔(العیاذ باللہ)

❖ **قال داؤد عليه السلام اسئلك بحق آبائى ابراهيم واسحاق ويعقوب.**

(عباسؓ)

داؤد علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ میں تجھ سے اپنے آباء ابراہیم، اسحاق، اور یعقوب کے حق اور واسطہ سے سوال کرتا ہوں۔

بے اصل ہے راوی ابوسعید حسن بن دینار بصری متروک ہے اور اس کا استاد علی بن زید بن جدعان منکر الحدیث ہے۔(سلسلہ ضعیفہ ص ۳۴۳ ج ۱)

❖ دعائے حفظ قرآن کے الفاظ **اللّٰهم انی اسئلک بانک مسؤل لم یسئل مثلک و اسئلک بمحمد نبیک و ابراهیم خلیلک وموسی نجیئک وعیسی روحک و کلمتک ووجیهک. (ابوبکر صدیقؓ)**

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تجھ سے ہی سوال کیا جاتا ہے تیری مثل کسی اور سے سوال نہیں کیا جا سکتا۔ میں تجھ سے محمد، ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔

من گھڑت ہے راوی ابن عبد الرحمٰن صنعانی کذاب ہے (ابن تیمیہ) دجال ہے حدیث وضع کرتا تھا (کتاب المجروحین ص ۲۴۳ ج ۲ والتوصل ص ۳۱۵) نیز اس کی ایک اور سند بھی ہے۔ جس کا راوی عبد الملک بن ہارون بن عنتر کذاب، دجال، ذاہب الحدیث وضاع ہے۔(ابوحاتم) کذاب (ابن معین) دجال، (سعدی) روایتیں وضع کرتا تھا (ابن حبان) اس کی عام روایات جھوٹ ہیں (صالح بن محمد لسان ص ۷۲ ج ۴) اس نے اپنے باپ سے من گھڑت حدیثیں روایت کی ہیں۔

(المدخل ص ۱۷۰)

❖ مدینہ منورہ میں قحط پڑ گیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا قبر رسول کی چھت پھاڑ کر آسمان کی طرف روشندان بنالو۔ تو ایسا کرنے سے بارش ہوگی۔(اوس بن عبد اللہ)

ضعیف ہے راوی سعید بن زید ضعیف ہے (یحییٰ بن سعید) قابل حجت نہیں ضعیف ہے (سعدی) قوی نہیں (نسائی) میزان ص ۱۳۸ ج ۲)

❖ جوف کعبہ میں عبداللہ بن زبیر کی دعا اسئلک بحرمة عرشک وحرمة نبیک اور عبدالملک بن مروان کی دعا اسئلک بحقک علی خلقک وبحق الطائفین بحول عرشک.

من گھڑت ہے ابن تیمیہ فرماتے ہیں اس واقعہ کا راوی اسماعیل بن ابان کذاب ہے۔ احمد فرماتے ہیں اس نے من گھڑت حدیثیں روایت کی ہیں ہم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ ابن معین کہتے ہیں خلیفہ مامون کے سبز لباس کی تعریف پر اس نے روایت گھڑی ہے۔ امام بخاری، مسلم، ابوزرعہ، ابوحاتم، دارقطنی فرماتے ہیں کذاب ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں اس کا جھوٹ ظاہر ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں ثقہ راویوں کے نام پر حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ دوسرا راوی طارق بن عبدالعزیز مجہول ہے۔

(القاعدة الجلیلة ص ۱۲۲ ملخصاً)

❖ **هو وسیلتک ووسیلة ابیک آدم الی یوم القیامة (قول امام مالک)**

رسول اللہ تیرا اور تیرے باپ آدم کا قیامت تک کے لئے وسیلہ ہیں۔

من گھڑت ہے امام مالک اس سے بری ہیں۔ اس کا راوی محمد بن حمید رازی کا امام مالک سے سماع نہیں، خصوصاً خلیفہ منصور کے زمانہ تک تو قطعاً ثابت نہیں۔ جیسا کہ امام ابن تیمیہ نے فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں محمد بن حمید کثیر المناکیر ہے (یعقوب سدوسی) اس میں نظر ہے (بخاری) ثقہ نہیں (نسائی) بقسم خدا کذاب ہے (خراش) جھوٹ بولنے کا بڑا ماہر تھا (صالح جزرہ) میں اس کے کذاب ہونے کی گواہی دیتا ہوں (علی بن مہران میزان ص ۵۳۰ ج ۳)

❖ امام شافعی کا ابوحنیفہ کی قبر سے وسیلہ پکڑنا ناقابل ثبوت ہے اس کا راوی اسحاق بن ابراہیم مجہول ہے۔ ابن تیمیہ فرماتے، ہیں جھوٹ ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۴۴)